جلد ۱۴ نبوت ۱۳۵۲ ہش شمارہ ۱۱

نومبر ۱۹۷۳ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

شوال ۱۳۹۳ھ نبوت ۱۳۵۲ ہش

نومبر ۱۹۷۳ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

قیمت سالانہ آٹھ روپے

فہرست مضامین

ناشر . . . . چوہدری محمد ابراہیم

مطبع . . . . . . ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت . . . . . دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۱۴ ماھنامہ انصار اللہ ربوہ شمارہ ۱۱

نبوّت ۱۳۵۲ ہش

دُنیا بھر میں اشاعتِ اسلام کے ضامن تین بنیادی اوصاف

کامل اتّحاد کے ذریعہ ہئیت اجتماعی کی حفاظت۔ ثباتِ قدم۔ ذکرِ الٰہی کی کثرت

پورے سلسلۂ انبیاء میں صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی وہ رسول تھے جنہیں قیامت تک کے واسطے روئے زمین پر بسنے والے تمام بنی نوع انسان کی طرف مبعوث کیا گیا تھا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کرکے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا:۔

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ۝

(الاعراف آیت ۱۵۹)

کہو کہ اے انسانو! مَیں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت حاصل ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے پس اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ جو نبی بھی ہے اور اُمّی بھی ہے اور جو ایمان لاتا ہے اللہ پر اور اس کے کلمات پر۔ اور اس کی اتّباع کرو تاکہ

تم ہدایت پاؤ۔

اب چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیک وقت تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے اور آپؐ کی اتباع تمام انسانوں کے لئے ضروری قرار دی گئی تھی اس لئے ضروری تھا کہ آپؐ کے لائے ہوئے دین کو روئے زمین کے تمام انسانوں تک پہنچانے اور تاقیامت پہنچاتے چلے جانے کا انتظام کیا جاتا تا کہ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہ رہتی جس تک اسلام نہ پہنچتا اور اس کی ہدایت کا سامان نہ ہوتا۔ اس کے لئے اللہ تعالےٰ نے آپؐ کے متبعین کا یہ فرض قرار دیا کہ وہ تاقیامت آپؐ کی رسالت اور آپؐ کے لائے ہوئے دین یعنی اسلام کو روئے زمین پر بسنے والی تمام اقوام تک پہنچاتے چلے جائیں۔ چنانچہ اس نے آپؐ پر ایمان لانے اور آپؐ کی اطاعت کا دم بھرنے والوں کو یہ یاد دلایا کہ جس طرح ہمارا یہ رسول روئے زمین کے تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہے اسی طرح تمہیں بھی تمام انسانوں کی بھلائی اور راہ نمائی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے تمہارا یہ فرض ہے کہ تم اسلام کو تمام انسانوں تک پہنچا کر انہیں ہدایت کا راستہ دکھاتے چلے جاؤ۔ اس نے انہیں ان کا یہ دائمی فرض یاد دلاتے ہوئے فرمایا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ (آل عمران آیت ۱۱۱)

(اے مسلمانو!) تم سب سے بہتر امت ہو جسے تمام انسانوں کے (فائدے اور راہ نمائی) لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کی ہدایت کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

یہ ایک عظیم ذمہ داری ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین ہونے کی حیثیت میں مسلمانوں پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے عائد کی گئی ہے۔ یہ ذمہ داری عظیم بھی ہے اور انتہائی مشکل بھی۔ عظیم اس لئے کہ اسلام کو ساری دنیا میں پھیلانا اور قیامت تک پھیلاتے چلے جانا معمولی کام نہیں ہے۔ یہ اتنا وسیع کام ہے اور اس میں اتنا پھیلاؤ پایا جاتا ہے کہ زمان و مکان کے اعتبار سے اس کی وسعت اور پھیلاؤ کا اندازہ لگانا آسان نہیں ہے۔ پھر یہ ذمہ داری انتہائی مشکل اس لئے ہے کہ اس کی ادائیگی کے دوران دنیا میں پائے جانے والے جملہ دیگر مذاہب اور ان کے ماننے والوں سے مقابلہ ناگزیر ہے یہ ہو نہیں سکتا کہ ابتداءً ان کی طرف سے انتہائی شدید مخالفت ظہور میں نہ آئے۔ مخالفت ہوتی ہے اور ضرور ہوتی ہے۔ اور ہوتی بھی ہے انتہائی شدید۔

اس مشکل پر قابو پانے اور اس راہ میں پیش آنے والی نت نئی مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے کامیابی سے اسلام کو دوسری اقوام تک پہنچانے اور اسے ان کے درمیان پھیلانے اور پھیلاتے چلے جانے کو آسان بنانے اور اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو اپنے اندر علی الخصوص تین اوصاف پیدا کرنے کی تلقین فرمائی۔ اوّل کامل اتحاد

اور اپنی ہیئت اجتماعی کی حفاظت دوسرے ثبات قدم اور تیسرے ذکر الٰہی کی کثرت۔

چنانچہ جہاں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو یہ باور کرایا کہ تمہیں تمام انسانوں کی بھلائی اور راہ نمائی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس لئے تمہارا فرض ہے کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ اسلام کو دنیا میں پھیلاتے چلے جاؤ۔ وہاں ساتھ ہی انہیں اس فرض کو کامیابی سے ادا کرنے کے سلسلہ میں اپنے اندر کامل اتحاد پیدا کرنے اور اپنی ہیئت اجتماعی کو برقرار رکھنے اور اس کی پوری پوری حفاظت کرنے کی تلقین کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ :-

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران آیات ۱۰۴، ۱۰۵)

تم سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور پراگندہ مت ہو اور اللہ کا احسان جو اُس نے تم پر کیا ہے یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کردی جس کے نتیجہ میں تم اس کے احسان سے بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے مگر اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات کو بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ اور تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جس کا کام صرف یہ ہو کہ وہ لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور نیک باتوں کی تعلیم دے اور بدی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

ان آیات سے صاف عیاں ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ اسلام کو ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے اعتصام بحبل اللہ، تفرقہ سے اجتناب اور کامل اتحاد کے ذریعہ ہیئت اجتماعی کی حفاظت ازبس ضروری ہے۔ اس کے بغیر اسلام کو دنیا میں پھیلانے اور دوسری قوموں کو اسلام میں داخل کرنے کا فریضہ ادا کرنے کی توفیق نہیں مل سکتی اور اگر کوئی شخص ہیئت اجتماعی سے الگ ہو کر محض انفرادی طور پر اسے ادا کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ یقیناً اس میں ناکام رہ جائے گی اور وہ کبھی کامیاب نہ ہوسکے گا۔ اسلام کو دنیا میں پھیلانے کے عظیم الشان کام کو انجام دینے میں کامیابی سے ہمکنار ہونے کے لئے سب سے اوّل اور مقدم شرط یہ ہے کہ مسلمان ایک ہاتھ پر جمع ہوکر اپنے اندر کامل اتحاد پیدا کریں اور اطاعت کا اعلیٰ نمونہ پیش کر کے اپنے اس اتحاد کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں۔ اس کے بغیر انہیں اسلام کو دنیا میں پھیلانے کی توفیق ہی نہیں مل سکتی۔ اس ضمن میں اتحاد کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے

تفرقہ بازی کے ذریعہ مسلمانوں کی ہئیتِ اجتماعی اور ان کے باہمی اتحاد کو نقصان پہنچانے والوں کو بہت بڑے عذاب سے ڈرایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اگلی ہی آیت میں تفرقہ سے بچنے کا حکم دیتے ہوئے مزید فرماتا ہے:۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (آلِ عمران آیت ١٠٦)

اور تم اُن لوگوں کی طرح نہ بنو جو کھلے کھلے نشانات آ چکنے کے بعد پراگندہ ہو گئے اور انہوں نے باہم اختلاف پیدا کر لیا اور ان لوگوں کے لئے بڑا عذاب مقدر ہے۔

اسلام کو ساری دنیا میں پھیلانے کی غرض سے کامل اتحاد کی اہمیت واضح کرنے کے علاوہ اللہ تعالیٰ اشاعتِ اسلام کے کام میں کامیابی کے ضامن بقیہ دو اوصاف یعنی ثباتِ قدم اور بکثرت کئے جانے والے ذکرِ الٰہی کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے مزید فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

(سورۃ الانفال آیات ۴۶، ۴۷)

اے مومنو! جب تم کسی جماعت (یعنی کسی دوسرے مذہب کے پیروؤں) کے مقابل پر آؤ تو قدم جمائے رکھو اور اللہ کو بہت یاد کیا کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہا کرو اور آپس میں اختلاف نہ کیا کرو اور اگر ایسا کرو گے تو دل چھوڑ بیٹھو گے اور تمہاری طاقت جاتی رہے گی۔ اور صبر کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ یقیناً صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کامل اتحاد و اتفاق کے بعد دنیا بھر میں غلبۂ اسلام کے ضامن بقیہ دو اوصاف یعنی ثباتِ قدم اور ذکرِ الٰہی کی کثرت کا ذکر فرمایا ہے اور اس طرح واضح فرمایا ہے کہ دنیا بھر میں اسلام کو پھیلانے کے لئے مومنوں کا تین بنیادی اوصاف یعنی جماعتی اتحاد، ثباتِ قدم اور ذکرِ الٰہی کی کثرت سے متصف ہونا از بس ضروری ہے۔

پھر ان تینوں اوصاف پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اتحاد قائم رکھنے، ثباتِ قدم دکھانے اور بکثرت ذکرِ الٰہی کرنے کے احکام تمام مسلمانوں کو ان کی اجتماعی حیثیت میں دیئے گئے ہیں۔ ایک ایک مسلمان کو الگ الگ اس کی انفرادی حیثیت میں اپنے آپ کو ان تینوں اوصاف سے متصف کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ بحیثیت مجموعی مخاطب کر کے انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ جماعتی حیثیت میں اپنے آپ کو ان اوصاف سے متصف کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت

ہیں۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ ہر مسلمان ان اوصاف سے متصف ہونے میں اس امر کا خیال رکھے کہ انفرادی حیثیت میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے تاوقتیکہ وہ اپنے آپ کو کُل کا ایک جزو خیال کرتے ہوئے ان اوصاف سے اپنے آپ کو اس طور سے متصف نہ کرے کہ اجتماعیت کو زیادہ سے زیادہ فروغ حاصل ہو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان احکام پر عمل درآمد میں اجتماعیت پر خاص زور دیا ہے اور علی الخصوص ذکر الٰہی میں اجتماعیت کو فروغ دینے کا خصوصی اہتمام فرمایا ہے۔ مسجد میں پنج وقتہ نماز باجماعت کا اہتمام، بیک وقت پورے شہر کے باشندوں کی شہر کی سب سے بڑی مسجد میں ہفتہ میں ایک بار نماز جمعہ میں شرکت، عیدین کے اجتماعات اور پوری دنیا کے مسلمانوں پر مشتمل حج کا بین الاقوامی اجتماع —— ان سب وسعت پذیر اجتماعات کا مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں میں وحدتِ جمہوری ترقی کرے تاکہ ان کے لئے اسلام کو ساری دنیا میں پھیلانا ممکن ہو سکے اور وہ ایک ہاتھ پر اور ایک مرکز پر جمع ہو کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ عالمگیر بنیادوں پر پورے ثباتِ قدم کے ساتھ ادا کرتے چلے جائیں پس اجتماعات اور اجتماعی ذکرِ الٰہی کو غلبۂ اسلام کے ضمن میں بنیادی اہمیت حاصل ہے اس کے بغیر اشاعت و غلبۂ اسلام کی جدوجہد کو پوری سرگرمی اور مستعدی سے جاری رکھنا ممکن نہیں ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزندِ جلیل اور اپنے عظیم الشان مامور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے بموجب اِس آخری زمانہ میں اشاعت و تبلیغ کے ذریعہ اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کی غرض سے ہی مبعوث فرمایا ہے اور اس غرض کے پیشِ نظر ہی جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اِس لئے آپ نے افرادِ جماعت کے درمیان باہمی محبت و اخوت اور جماعتی اتحاد پر بہت زور دیا ہے اور اس لئے دیا ہے کہ اس کے بغیر عالمگیر بنیادوں پر اشاعت و تبلیغ اسلام کا فریضہ خاطر خواہ طریق پر ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اسی غرض کے پیشِ نظر آپ نے جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اذنِ خاص کے ماتحت جلسہ سالانہ کے انعقاد کی بنیاد ڈالی تھی تاکہ باہمی محبت، اخوت اور اتحاد و ائتلاف کی کیفیت ترقی پذیر ہو اور اجتماعی ذکرِ الٰہی کے نتیجہ میں پورے ثباتِ قدم کے ساتھ اشاعتِ اسلام کا فریضہ ادا کرنے کی جماعت کو توفیق ملتی چلی جائے اور اسی غرض کے ماتحت جماعت کی ذیلی تنظیموں خدام الاحمدیہ، انصار اللہ، لجنہ اماء اللہ، نیز اطفال الاحمدیہ اور ناصرات الاحمدیہ کے علیحدہ علیحدہ اجتماعات مقرر کئے گئے ہیں تا ہر حصۂ عمر کے احمدی مردوں اور خواتین کو غلبۂ اسلام کے ضمن میں ان پر عائد ہونے والی عظیم ذمہ واری کا احساس ہو اور وہ اجتماعی ذکرِ الٰہی کی برکتوں سے بہرہ ور ہو کر تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا فریضہ پورے جذبہ و جوش کے ساتھ ادا کرنے کے قابل ہوتے چلے جائیں۔

چنانچہ مجلس انصار اللہ کا سالانہ تربیتی اجتماع امسال ۹-۱۰-۱۱ ماہ نبوت ۱۳۵۲ ہش مطابق ۹-۱۰-۱۱ نومبر ۱۹۷۳ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار ربوہ کی مقدس سرزمین میں منعقد ہو رہا ہے [illegible]

ہونے والے تمام مذکورہ اجتماعات کی طرح احباب جماعت کو کامل اتحاد، ثبات قدم اور ذکر الٰہی کے اوصاف سے متصف کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتا ہے اور انصار اللہ کو بالخصوص اور دیگر احباب کو بالعموم یہ انمول موقعہ فراہم کرتا ہے کہ وہ اس بابرکت اجتماع میں شمولیت کی انقلاب انگیز تاثیر کے تحت کامل اتحاد کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے، ثبات قدم میں مزید ترقی سے ہمکنار ہونے اور ذکر الٰہی میں اور زیادہ گہرے شغف سے مزین ہونے کی اہلیت سے بہرہ ور ہوں تا انہیں عالمگیر بنیادوں پر تبلیغ و اشاعت اسلام کی توفیق ملتی چلی جائے اور وہ اس راہ میں بیش از بیش قربانیاں پیش کر کے غلبۂ اسلام کی عظیم الشان مہم میں حصہ دار قرار پانے کی سعادت سے بہرہ ور رہیں۔

پس انصار اللہ کا سالانہ تربیتی اجتماع کوئی معمولی اجتماع نہیں ہے بلکہ بے اندازہ افادیت و اہمیت کا حامل اجتماع ہے اور دنیا بھر میں غلبۂ اسلام کی مہم کو کامیابی سے جاری رکھنے کے سلسلہ میں انصار اللہ کا جن بنیادی اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے ان سے انہیں متصف کرنے اور ان کو درخشندہ سے درخشندہ تر بنانے میں یہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے ۞

محبت ذاتی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"جب (انسان) اللہ تعالیٰ سے بالکل راضی ہو جاوے اور کوئی شکوہ و شکایت نہ رہے اُس وقت محبت ذاتی پیدا ہو جاتی ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ سے محبت ذاتی پیدا نہ ہو ایمان بڑے خطرہ کی حالت میں ہے۔ لیکن جب ذاتی محبت ہو جاتی ہے تو انسان شیطان کے حملوں سے امن میں آجاتا ہے۔ اس ذاتی محبت کو دُعا سے حاصل کرنا چاہیئے"

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۵۰)

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدا کی یاد میں ہر وقت دل کو لگا رہنا چاہیئے

اس کی یاد میں غرق رہنے والا ہی اس پر بھروسہ کرنے کا حق رکھتا ہے

ذیل میں امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدئ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ پُر معارف ملفوظات ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں۔ جن میں حضور نے ذکر الٰہی کی اہمیت پر روشنی ڈالکر احباب کو کثرت کے ساتھ ذکر الٰہی کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

(۱) "نماز ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قوم اسلام لائی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمیں نماز معاف فرما دی جاوے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں۔ مویشی وغیرہ کے سبب سے کپڑوں کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا اور نہ ہمیں فرصت ہوتی ہے۔ تو آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ دیکھو جب نماز نہیں تو ہے ہی کیا؟ وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں۔ نماز کیا ہے؟ یہی کہ اپنے عجز و نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا اور اسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا۔ کبھی اس کی عظمت اور احکام کی بجا آوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا اور کبھی کمال مذلت اور فروتنی سے اس کے آگے سجدہ میں گر جانا اور اس سے اپنی حاجات کا مانگنا یہی نماز ہے کہ ایک سائل کی طرح کبھی اس مسئول کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے تو ایسا ہے اس کی عظمت اور جلال کا اظہار کر کے اس کی رحمت کو جنبش دلانا اور پھر اس سے مانگنا۔

پس جس دین میں یہ نہیں وہ دین ہی کیا ہے۔ انسان ہر وقت محتاج ہے کہ اُس سے اُس کی رضا کی راہیں مانگتا رہے اور اُس کے فضل کا اُسی سے خواستگار ہو کیونکہ اُسی کی دی ہوئی توفیق سے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ (مانگنا بھی ہے کہ) اے خدا ہم کو توفیق دے کہ ہم تیرے ہو جائیں اور تیری رضا پر کاربند ہو کر تجھے راضی کر لیں۔ خدا تعالیٰ کی محبت اسی کے خوف اور اُسی کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے اور یہی دین ہے۔

پس جو شخص نماز ہی سے فراغت حاصل کرنی چاہتا ہے اس نے حیوانوں سے بڑھ کر کیا کیا؛ وہی کھانا پینا اور حیوانوں کی طرح سو رہنا۔ یہ تو دین ہرگز نہیں، یہ سیرت کفار ہے بلکہ جو دم غافل وہ دم کافر والی بات بالکل درست اور صحیح ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے اذکرونی اذکرکم واشکروالی ولا تکفرون۔ یعنی اے میرے بندو تم مجھے یاد کیا کرو اور میری یاد میں مصروف رہا کرو میں بھی تم کو نہ بھولوں گا تمہارا خیال رکھوں گا اور میرا شکر کیا کرو اور میرے انعامات کی قدر کیا کرو اور کفر نہ کیا کرو۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذکرِ الٰہی کے ترک اور اس سے غفلت کا نام کفر ہے۔ پس جو دم غافل وہ دم کافر والی بات صاف ہے۔ یہ پانچ وقت تو خدا تعالیٰ نے بطور نمونہ کے مقرر فرمائے ہیں ورنہ خدا کی یاد میں تو ہر وقت دل کو لگا رہنا چاہیئے اور کبھی کسی وقت بھی غافل نہ ہونا چاہیئے۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ہر وقت اُسی کی یاد میں غرق ہونا بھی ایک ایسی صفت ہے کہ انسان اس سے انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے اور خدا تعالیٰ پر کسی طرح کی امید اور بھروسہ کرنے کا حق رکھ سکتا ہے۔"

(الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء)

(۲) "اپنے اعمال کو صاف کرو اور خدا تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرو اور غفلت نہ کرو۔ جس طرح بھاگنے والا شکار

[illegible]

شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ تو بہ کو ہمیشہ زندہ رکھو اور کبھی مردہ نہ ہونے دو کیونکہ جس عضو سے کام لیا جاتا ہے وہی کام دے سکتا ہے اور جس کو بیکار چھوڑ دیا جاوے۔ پھر وہ ہمیشہ کے واسطے ناکارہ ہو جاتا ہے اسی طرح توبہ کو بھی متحرک رکھو تاکہ وہ بیکار نہ ہو جاوے۔ اگر تم نے سچی توبہ نہیں کی تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو پتھر پر بویا جاتا ہے اور اگر وہ سچی توبہ ہے تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو عمدہ زمین میں بویا گیا ہے اور اپنے وقت پر پھل لاتا ہے۔ آج کل اس توبہ میں بڑی بڑی مشکلات ہیں ... ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت، خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدنظر رکھنا" اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہیں۔ نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے۔ جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوق الٰہی کے متعلق ہو خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو بچو۔"

(الحکم ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء)

(۲) نماز سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں ہے کیونکہ اس میں حمد الٰہی ہے، استغفار ہے اور درود شریف ہے۔ تمام وظائف اور اوراد کا مجموعہ یہی نماز ہے اور اس سے ہر قسم کے غم و ہم دور ہوتے ہیں اور مشکلات حل ہوتی ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اگر ذرا بھی غم پہنچتا تو آپ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اسی لئے فرمایا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ اطمینان و سکینت قلب کے لئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں ... میرے نزدیک سب وظیفوں سے بہتر وظیفہ نماز ہی ہے۔ نماز ہی کو سنوار سنوار کر پڑھنا چاہیئے۔ نماز کو سمجھ سمجھ کر پڑھو اور مسنون دعاؤں کے بعد اپنے لئے اپنی زبان میں بھی دعائیں کرو اس سے تمہیں اطمینانِ قلب حاصل ہوگا اور سب مشکلات خدا تعالےٰ نے چاہے گا تو اسی سے حل ہو جائیں گی نماز یادِ الٰہی کا ذریعہ ہے اس لئے فرمایا۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔

(الحکم ۱۷ مئی ۔)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عَلَيَّ لِرَبِّيْ نِعْمَةٌ بَعْدَ نِعْمَةٍ

(مجھ پر میرے خدا کی نعمت پر نعمت ہے)

أَيَا لَاعِنِيْ مَا كُنْتَ بِدْعًا مِّنَ الْهَوٰى   لِكُلٍّ مِّنَ الْعُلَمَاءِ رَأْيٌ وَّمَذْهَبٌ

اے مجھ پر لعنت کرنے والے تو اپنی ہوا و ہوس میں نیا نہیں، ہر ایک عالم اپنی رائے اور اپنا اپنا مذہب رکھتا ہے۔

عَلَيَّ لِرَبِّيْ نِعْمَةٌ بَعْدَ نِعْمَةٍ   فَلَا زِلْتُ فِيْ نَعْمَائِهٖ أَتَقَلَّبُ

مجھ کو میرا خدا ایک نعمت کے بعد دوسری نعمت سے نوازتا ہے۔ اسی لئے میں اس کی نعمتوں سے مسلسل بہرہ اندوز ہو رہا ہوں۔

وَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ شَمْسٌ مُّنِيْرَةٌ   وَبَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ بَدْرٌ وَّكَوْكَبٌ

یقیناً رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) چمکنے والے سورج ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد چاند اور ستارے ہیں۔

[illegible]

اللہ تعالے جو ہمارا رب ہے اس کی عادت اسی طرح جاری ہے کہ وہ ایک نور کے بعد دوسرے نور کے چہرہ کو ظاہر کرتا ہے

كَذٰلِكَ فِي الدُّنْيَا نَرٰى قَانُوْنَهٗ   نُجُوْمُ السَّمَا تَبْدُوْ إِذَا الشَّمْسُ تَغْرُبُ

اسی طرح دنیا میں ہم اس کے قانون کو جاری و ساری پاتے ہیں جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو آسمان کے تارے ظاہر ہوتے ہیں

خَفِ اللّٰهَ يَا مَنْ بَارَزَ اللّٰهَ مِنْ هَوًى   وَإِنَّ الْفَتٰى عِنْدَ التَّجَاسُرِ يَرْهَبُ

اے وہ جو کہ اپنی ہوس سے اللہ تعالے کا مقابلہ کرتا ہے اس سے ڈر۔ یقیناً جوانمرد بھی اپنے سے بڑھ کر دلیری کی دلیری سے خوفزدہ ہو جاتا ہے

وَلَا تَطْلُبَنْ رَيْحَانَ دُنْيَا لَّخِسَّةٍ   وَشَوْكُ الْفَيَافِيْ مِنْهُ أَشْهٰى وَأَطْيَبُ

اپنی کمینگی سے دنیا کی خوشبو مت طلب کر۔ جنگلوں کے کانٹے اس سے بہت بہتر اور بہت عمدہ ہیں۔

(کرامات الصادقین)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

رہ طلب کُن بگریہ و زاری

(رو رو کر راستہ ڈھونڈ)

رہ طلب کُن بگریہ و زاری
رو رو کر راستہ ڈھونڈ!
تا بجوشد ترحّمِ باری
تاکہ خدا کا رحم جوش میں آئے

یک شب از صدق نعرہ ہا بردار
ایک رات صدق سے چیخیں مار۔
پیشِ آں عالمِ حقیقت کار
اُس واقفِ حال کے سامنے

از ادب نے براہِ استکبار
تکبر سے نہیں بلکہ ادب کے ساتھ
زو مدد خواہ اندریں اسرار
ان اسرار کے لئے اس سے مدد مانگ

تر کن از آبِ چشم بستر خویش
اپنے آنسوؤں کے ساتھ اپنے بستر کو تر کر
باز لب برکشائے با دلِ ریش
پھر زخمی دل کے ساتھ یوں عرض کر

ما خطا کار و کارِ ما است خطا
ہم خطا کار ہیں اور ہمارا کام بھی سراسر غلط ہے
شد تبہ کارِ ما ز عجلتِ ما
اور ہمارا سب کاروبار جلد بازی کی وجہ سے خراب ہو گیا

گر ز تُست اینکہ سوئے تو خواند
اگر یہ شخص جو ہمیں تیری طرف بلاتا ہے۔
ور ز تو بہتر کدام کس داند
تیری طرف سے ہی ہے اور کون تجھ سے بہتر حقیقتِ حال کو جانتا ہے

گنہِ ما بہ بخش و چشم کُشا!
تو ہمارے گناہ بخش اور ہماری آنکھیں کھول
تا نمیریم از خلاف و ابا
تاکہ ہم مخالفت اور انکار کی حالت میں نہ مر جائیں

(نزول المسیح)

مضطر ہو کر خدا سے مانگو تو وہ ضرور تمہیں دے گا

—— (سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ) ——

مضطر کے معنوں میں یقین پایا جانا ضروری ہے۔ مضطر کے صرف یہی معنے نہیں ہیں کہ اس کے دل میں گھبراہٹ ہو کیونکہ گھبراہٹ میں بعض دفعہ ایک شخص بے تحاشا کسی طرف چل پڑتا ہے۔ بغیر اس یقین کے کہ جس طرف وہ جا رہا ہے وہاں اسے امن بھی حاصل ہو گا یا نہیں بلکہ بعض لوگ گھبراہٹ میں ایسی طرف چلے جاتے ہیں جہاں خود خطرہ موجود ہوتا ہے اور وہ اس سے نہیں بچ سکتے پس محض اضطراب کا دل میں پیدا ہونا اضطرار پر دلالت نہیں کرتا۔ اضطرار پر وہ حالت دلالت کیا کرتی ہے جب چاروں طرف کوئی پناہ کی جگہ انسان کو نظر نہ آتی ہو اور ایک طرف نظر آتی ہو۔ گویا اضطرار کی نہ صرف یہ علامت ہے کہ چاروں طرف آگ نظر آتی ہو بلکہ یہ بھی علامت ہے کہ ایک طرف امن نظر آتا ہو اور انسان کہہ سکتا ہو کہ وہاں آگ نہیں ہے۔ تو وہی خدا تعالےٰ کے حضور قبول کی جاتی ہے جس کے کرتے وقت بندہ اس رنگ میں اس کے سامنے حاضر ہوتا ہے اسے یقین ہوتا ہے کہ سوائے خدا کے میرے لئے اور کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔

یہی وہ مضطر کی حالت ہے جسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ادا فرمایا ہے کہ لا ملجأ و لا منجأ منك الا الیك۔ اے خدا لا ملجأ و لا منجأ منك۔ تیرے عذاب اور تیری طرف سے آنے والے ابتلاؤں سے کوئی پناہ کی جگہ نہیں۔ کوئی نجات کی جگہ نہیں، سوائے اس کے کہ میں سب طرف سے مایوس ہو کر اور آنکھیں بند کر کے تیری طرف آ جاؤں تو لا ملجأ ولا منجأ والی جو حالت ہے یہی اضطرار کی کیفیت ہے اور جب خدا نے قرآن میں کہا کہ امن یجیب المضطر اذا دعاہُ۔ بتاؤ مضطر کی کون سنتا ہے۔ تو مضطر کے معنی یہی ہوئے کہ ایسے شخص کی دعا جو اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو ملجأ و ماویٰ نہیں سمجھتا اور اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو اپنا ملجأ و ماویٰ قرار نہیں دیتا اور اس آیت میں کہ امن یجیب المضطر اذا دعاہُ درحقیقت اسی کیفیت اضطرار کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اضطرار دنیا میں کئی قسم کے ہوتے ہیں اسی لئے یہاں المضطر کا لفظ رکھا گیا ہے جس کے معنے تمام قسم کے مضطر کے ہیں۔ بعض بندے دنیا میں ایسے ہوتے ہیں جو مضطر ہوتے ہیں اور گو حقیقتاً اللہ ہی ہر مضطر کا علاج ہے مگر اس کے دیئے ہوئے انعام کے ماتحت کوئی بندہ بھی ان کے اضطرار کو بدلنے کی طاقت رکھتا ہے ..... تو ایک ہی انسان

کے مختلف اضطراروں میں مختلف لوگ اس کے کام آسکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے امّن یجیب المضطر اذا دعاہُ مطلق مضطر جس کے لئے کوئی شرط نہیں کہ وہ کس قسم کا مضطر ہو، خواہ وہ بھوکا ہو، ننگا ہو، پیاسا ہو، بیمار ہو، بوجھ اٹھانے لئے جا رہا ہو کسی قسم کا اضطرار ہو اس کی ساری ضرورتوں کو پورا کرنے والی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کے پھٹے پرانے کپڑے ہوں تو کوئی امیر اس کے کام آجائے مگر طبیب اس کے کام نہیں آسکتا۔ ہوسکتا ہے کوئی بیمار ہو تو طبیب اس کے کام آجائے مگر وکیل اس کے کام نہیں آسکتا۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی بے گناہ کسی مقدمہ میں مبتلا ہو تو وکیل اس کے کام آجائے مگر بوجھ اٹھانے کے وقت وکیل اس کے کام نہیں آسکتا۔ ہوسکتا ہے کہ بوجھ اٹھانے کے وقت ایک زمیندار اسکے کام آجائے لیکن امیر طبیب اور وکیل اسکے کام نہیں آسکتے مگر اللہ تعالیٰ یہ سارے کام کر سکتا ہے۔ باقی انسان جس قدر ہیں وہ کسی کسی ضرورت میں کام آسکتے ہیں۔ کوئی ایک قسم کے مضطر کے کام آسکتا ہے، کوئی دوسری قسم کے مضطر کے کام آسکتا ہے۔ مگر ہر قسم کے مضطرین کی ضرورتیں پوری کرنے والی خدا ہی کی ذات ہے اور انسان کے اضطرار کی ہزاروں حالتیں ہوتی ہیں۔ بھلا ان حالتوں میں کوئی بندہ کسی کے کب کام آسکتا ہے۔ ان حالتوں میں تو کوئی بادشاہ بھی کسی کے کام نہیں آسکتا۔ فرض کرو ایک شخص سخت بیمار ہے۔ اب بادشاہ کا خزانہ اس کے کام نہیں آسکتا، بادشاہ کی فوجیں اس کے کام نہیں آسکتیں۔ بادشاہ کا قرب اس کے کام نہیں آسکتا۔ اس کے کام تو خدا تعالیٰ ہی آسکتا ہے۔ جو ہر قسم کی بیماریوں کو دور کرنے کی طاقت رکھتا ہے یا ایک جنگل میں گزرنے والا شخص جس پر بھیڑیا یا شیر اچانک جھپٹ کر حملہ کر دیتا ہے چاہے وہ بادشاہ کا کتنا ہی منہ چڑھا ہو، بادشاہ کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو بادشاہ اس کے کیا کام آسکتا ہے، یا طبیب جو اس کا علاج کرتا تھا وہ اس کے کیا کام آسکتا ہے یا امیر جو نئے کپڑے سلا دیتا تھا وہ اس کے کیا کام آسکتا ہے یا وکیل جس نے رحم کر کے اس کا مقدمہ لے لیا تھا اس کے کس کام آسکتا ہے۔ جنگل میں وہ تن تنہا جا رہا ہوتا ہے کہ شیر، چیتا یا بھیڑیا اس کے سامنے آجاتا ہے۔ ایسی حالت میں وہاں اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو کام آتی ہے کوئی انسان کام نہیں آسکتا تو جب تک انسان کے اندر یہ یقین پیدا نہ ہو کہ ہر قسم کے اضطرار کی حالت میں اللہ تعالیٰ ہی کام آتا ہے اس وقت تک وہ مضطر نہیں کہلا سکتا...... اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی سب کچھ آتا ہے۔ انسانی طاقت کچھ نہیں کر سکتی - اس لئے یاد رکھو کہ دعائیں جب تک مضطر ہو کر نہ کی جائیں۔ یعنی اس یقین کے ساتھ کہ دنیا کی ہر ضرورت کو پورا کرنے والی ہستی صرف اور صرف خدا کی ذات ہے اس وقت تک قبول نہیں ہوتیں۔ بے شک دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو گو خدا کے دیئے ہوئے میں سے دیتے ہیں مگر بہر حال وہ انسان کو کپڑا ہی دے سکتے ہیں۔ بے شک دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو خدا کے دیئے ہوئے میں سے دیتے ہیں مگر بہر حال وہ دوسرے کو مکان ہی دے سکتے ہیں۔ بے شک دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو گو خدا کے دیئے ہوئے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ مگر بہر حال وہ بیماروں کا علاج ہی کر سکتے ہیں۔ بے شک دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو گو خدا کے دیئے ہوئے علم سے دوسروں کی حفاظت کے لئے مقدمہ مفت لڑ سکتے ہیں مگر بہر حال وہ مقدمہ ہی بغیر فیس کے لینے

کے لڑ سکتے ہیں۔ مگر کوئی انسان دنیا کا ایسا نظر نہیں آسکتا جس کے ہاتھ میں یہ ساری چیزیں ہوں۔ کوئی انسان ایسا نہیں جس کے ہاتھ میں دلوں کی تبدیلی ہو۔ یہ صرف خدا کی ہی ذات ہے جس کے قبضہ و تصرف میں تمام چیزیں ہیں اور جو دلوں اور نہاں در نہاں جذبات کو بھی بدلنے کی طاقت رکھتا ہے۔ پس جب تک مضطر ہو کر دعا نہ کی جائے اور جب تک چاروں طرف سے مایوس ہو کر اور خدا پر کامل ایمان رکھ کر دعا نہ کی جائے۔ اس وقت تک وہ دعا قبول نہیں ہوتی لیکن جب اس رنگ میں مانگی جائے تو وہ خدا کے عرش پر جا پہنچتی اور قبول ہو کر رہتی ہے۔

پس دعائیں کرو اور اس شرط کو جو دعاؤں کی قبولیت کے لئے خدا تعالیٰ نے ضروری قرار دی ہے مدِ نظر رکھو۔ وقت نازک ہے اور ایک ایک دن قیمتی ہے۔" (الفضل ۱۸ اپریل ۱۹۴۲ء)

خدا تعالیٰ کو پانے کی راہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"محنت کے سوا انسان کو کچھ نہیں ملتا۔ کسان کو دیکھو کہ جب وہ زمین میں ہل چلاتا ہے اور قسم قسم کی محنت اٹھاتا ہے تب پھل حاصل کرتا ہے مگر محنت کے لئے زمین کا اچھا ہونا شرط ہے۔ اسی طرح انسان کا دل بھی اچھا ہو، سامان بھی عمدہ ہو، سب کچھ کر بھی سکے تب جا کر فائدہ پاوے گا

لیس للانسان الا ما سعیٰ۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۲۱)

باطنی اصلاح اور اس کی اہمیت

محترم جناب شیخ مبارک احمد صاحب قائد تربیت مجلس مرکزیہ

قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے قد افلح من زکّٰھا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا وہ کامیاب ہوگیا۔ اور دوسری جگہ پر فرمایا واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون۔ اللہ تعالےٰ کا بہت ذکر کرو تا کہ تم کامیاب و بامراد ہو جاؤ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکرِ الٰہی کی کثرت تزکیہ نفس کا باعث ہے۔ اور تزکیہ نفس یا اندرونی اصلاح جب کسی فرد یا قوم کی ہوجاتی ہے تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہوجاتا ہے۔ انبیاء کی بعثت کی بہت بڑی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنی قوم کا تزکیہ نفس کریں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی فرمایا کہ و یزکّیھم کہ آپؐ کے آنے اور آپؐ کی بعثت کا یہ مقصد تھا کہ قوم کا تزکیہ نفس کریں۔ تزکیہ نفس کے لئے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ انسان کے خیالات میں پاکیزگی پیدا ہوجائے کیونکہ جب خیال پختہ ہوجاتا ہے تو وہ عمل کرنے پر تیار کر دیتا ہے۔ اگر خیال پاکیزہ ہوں تو عمل بھی پاکیزہ ہوگا۔ اگر خیال بُرا ہوگیا تو عمل بھی بُرا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے تزکیہ نفس کے سلسلہ میں انسان کے دل کی صفائی پر بہت زور دیا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں:۔

ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہٗ و اذا فسدت فسد الجسم کلّہ الا وھی القلب۔

یعنی انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ تندرست ہوتا ہے تو سارا جسم تندرست ہوتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا غور سے سنو! کہ وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے۔ دل خیالات کا مرکز ہے جب دل پاک اور صاف ہوگا تو خیالات پاک اور صاف ہوں گے اور جب خیالات صافیہ میں پختگی آئے گی تو اعمال صالحہ کا چشمہ صافی جاری ہوگا۔ قد افلح من زکّٰھا میں بھی اس طرف توجہ دلائی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ تزکیہ اور پاکیزگی اور اندرونی اصلاح کے لئے کیا طریق اختیار فرمایا جائے۔ کونوا مع الصادقین۔ صادقین کی محبت اختیار کرو ان کا ساتھ دو' ان کی پیروی اخلاص سے کرو۔ اللہ تعالےٰ کے ان مقرب بندوں میں ایک خاص قسم کی برقی قوت ہوتی ہے جو ان کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے دلوں کی تاریکیوں کو دور کر دیتی اور انوارِ الٰہی سے منور کر دیتی ہے۔ یہ بات تو اب تجربہ سے ثابت ہوچکی ہے اور ماہرین علم النفس نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کر لیا ہے

کہ ایک انسان کی ذہنی حالت اور خیالات کا اثر اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں پر پڑتا ہے ہمیں ہر وقت اپنا محاسبہ اس رنگ میں کرتے رہنا چاہیئے کہ ہمارا ملنا جلنا اٹھنا بیٹھنا کس قسم کے لوگوں کے ساتھ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے متبعین کو بڑے زور سے اور دردمندانہ انداز میں اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف میں آیا ہے قد افلح من زکّٰھا اس نے نجات پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ تزکیہ نفس کے واسطے صحبت صالحین اور نیکوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنا بہت مفید ہے۔ جھوٹ وغیرہ اخلاقِ رذیلہ دُور کرنے چاہئیں۔ اپنی غلطیوں کو ساتھ ساتھ درست کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ غلطیاں نکالنے کے بغیر املا درست نہیں ہوتا ویسا ہی غلطیاں نکالنے کے بغیر اخلاق بھی درست نہیں ہوتے۔ آدمی ایسا جانور ہے کہ اس کا تزکیہ ساتھ کے ساتھ ہوتا رہے تو سیدھی راہ پر چلتا ہے ورنہ بھٹک جاتا ہے"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۴۳۶)

ایک دوسرے موقعہ پر حضور نے فرمایا:۔

"کونوا مع الصادقین۔ صادقوں کی صحبت میں رہنا ضروری ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جو دُور بیٹھے رہتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ کبھی آئیں گے اس وقت فرصت نہیں۔ بھلا تیرہ سو سال کے موعود سلسلہ کو جو لوگ پالیں اور اس کی نصرت میں شامل نہ ہوں اور خدا اور اس کے رسول کے موعود کے پاس نہ بیٹھیں وہ فلاح پا سکتے ہیں ہرگز نہیں ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں

ایں خیال است و محال است و جنوں

دین تو چاہتا ہے کہ مصاحبت ہو۔ پھر مصاحبت سے گریز ہو تو دینداری کے حصول کی امید کیوں رکھتا ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل ص۱۹۳)

یہ درست ہے کہ ہم میں خدا کے رسول کا موعود اس وقت موجود نہیں۔ لیکن خدا کے رسول کے موعود کا خلیفہ موجود ہے۔ خدا کے رسول کے موعود کے چہرہ مبارک کو دیکھنے والے اور آپ کی صحبت سے مستفید ہونے والے بزرگ اب بھی کہیں کہیں موجود ہیں۔ ان کے پاس بیٹھنا ان سے فیضِ صحبت حاصل کرنا اور ان کی مجالس میں شمولیت کرنا بھی از حد ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی میل ملاقات سے اور ان کی باتوں کے سننے سے بھی کئی قسم کے میل ذہنوں سے دُور ہو جاتے ہیں اور کدورت و زنگ دھل جانے کے باعث نیکی، پرہیزگاری اور اخلاص، وفا شعاری اور ایثار کی روشنی سے دل منور ہو جاتے ہیں۔ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے لطیف پیرایہ میں اس طرف توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ المرء مع من احبّ جس قسم

کے آدمی سے انسان کا تعلق مودت ہوگا وہ ان میں سے شمار ہوگا۔ اب آپ سمجھ لیں کہ آپ کا آپ کے بچوں کا آپ کے عزیزوں کا تعلق کن لوگوں سے ہے اور کن لوگوں سے ہونا چاہیئے۔ ہماری اندرونی اصلاح کے لئے صحبت صالحین، نیک لوگوں کی معیت اور ان کے تذکرے سننا انتہائی ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں بالخصوص اور پرانے احمدیوں میں بالعموم یہ بات پائی جاتی ہے کہ وہ نیک باتوں کا تذکرہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی نصرت اور تائید کے نشانات سے مجالس کو گرم رکھتے تھے۔ ایمان تازہ ہوتا اور اس حرارت ایمان اور تازگی ایقان سے کدورتیں اور غلطیاں اور کثافتیں دور ہو جاتی تھیں۔ کیا ہم اب اس طریق کو نہیں اختیار کرسکتے؟ کیا اب ہمیں اس امر کی ضرورت نہیں رہی؟ غور کریں گے تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ پہلے سے بڑھ کر کہیں زیادہ ضرورت ہے۔

دوسرا طریق جس کے اختیار کرنے اور بالالتزام جس کی طرف توجہ دینے سے ہم تزکیہ اور اپنی اندرونی اصلاح کما حقہ کرسکتے ہیں ذکرِ الٰہی کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ ایک ذکرِ الٰہی ایسا ہے جو بطور فرض کے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اقم الصلوٰۃ لذکری۔ کہ میرا ذکر کرنا ہے تو نماز قائم کرو، باجماعت نماز پڑھو، باقاعدگی سے اور شرائط کی پیروی کرتے ہوئے نماز پڑھو اور نماز کے اجتماعی فلسفہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس عبادت کو بجا لاؤ۔ لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ فرائض کی ادائیگی میں کئی وجوہ، کئی معذوریوں اور کئی مجبوریوں کی بناء پر کوتاہی ہو جاتی ہے اس کے ازالہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے نوافل کا سلسلہ قائم فرمایا تا جو کمی فرائض کی ادائیگی میں رہ گئی ہے وہ بھی پوری ہو جائے اور قرب الٰہی کی راہیں زیادہ سے زیادہ نوافل کی ادائیگی سے کھلتی چلی جائیں۔ اس لئے اس فرض ذکر الٰہی کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے کئی دیگر اذکار رکھے ہیں جو ہیں تو نوافل مگر نسبتاً ان میں سے بعض کی ادائیگی زیادہ سہولت کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے اور کثرت کے ساتھ بھی اور جو اپنی افادیت اور اہمیت کے لحاظ سے بزرگان سلف اور انبیاء کرام کا دستور رہے ہیں۔ خود حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مہدی موعودؑ اور آپ کے خلفاء نے بھی ان اذکار کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی خلافت کے شروع سے ہی ان اذکار کی تحریک فرما رہے ہیں۔ آپ سب کو یاد ہوگا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تسبیح و تحمید کے ذکر کے متعلق فرمایا تھا کہ بڑے۔ چھوٹے۔ بچے، جوان، مرد اور عورتیں سب کم از کم ۲۰۰ بار تسبیح کرے۔ یہ بہت بڑی افادیت کی حامل ذکر کی تحریک ہے۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد انبیاء کرام نے اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق اور اس کے صریح حکم کی تعمیل میں تسبیح و تحمید کی طرف بہت توجہ دلائی ہے۔ متعدد مقامات پر ذکر ہے چند مقامات کی نشان دہی کر دیتا ہوں۔

۱۔ حضرت زکریاؑ نے اپنی قوم سے کہا۔ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا (سورۃ مریم آیت ۱۲) ترجمہ۔ صبح و شام خدا تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہو۔

۲۔ حضرت موسٰےؑ نے کہا۔ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۝ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا (سورۃ طٰہٰ آیت ۳۴-۳۵)

ترجمہ۔ تاکہ دونوں کثرت کے ساتھ تیری تسبیح کریں اور کثرت سے تیرا ذکر کریں۔

۳۔ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ (سورہ انبیاء آیت ۲۱) ترجمہ۔ وہ رات کو بھی اور دن کو بھی تسبیح کرتے ہیں اور وہ اس سے رکتے نہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ (الفرقان آیت ۵۹)

۵۔ وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (سورۃ احزاب آیت ۴۲) ترجمہ۔ اور صبح وشام تسبیح کیا کرو۔

۶۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (سورہ مومن آیت ۵۶) ترجمہ۔ اور اپنے رب کی شام اور صبح حمد کے ساتھ تسبیح بھی کرتا رہا کر۔

۷۔ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ (سورہ طور آیت ۴۹) خدا کی تسبیح کرتا رہ اور جب ستارے پیٹھ پھیرلیں (یعنی رات ختم ہونے والی ہو) تب بھی

۸۔ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا (سورہ دہر آیت ۲۷) اور رات کو دیر تک اس کی تسبیح کیا کر

۹۔ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ (سورۃ قٓ آیت ۴۰) ترجمہ۔ پس جو کچھ وہ کہتے ہیں اس پر صبر کر اور سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اپنے رب کی تسبیح کیا کر۔

ان مقامات کے علاوہ متعدد دوسرے مقامات میں قرآن کریم نے تسبیح کے متعلق توجہ دلائی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذکر الٰہی پر آنا کیوں زور دیا گیا۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد مقامات پر جہاں تسبیح کے ذکر کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اس ذکر سے بہت سے روحانی فوائد مقصود ہیں۔ فی الوقت ان میں سے چند فوائد کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ اور وہ بھی اختصار کے ساتھ۔

سب سے بڑا اور اہم فائدہ جو تزکیہ نفس اور اندرونی اصلاح کے لحاظ سے حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ توحید حقیقی کی معرفت اس سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رح بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دفعہ انہیں اطلاع ملی کہ ایک جہاز غرق ہو گیا ہے تو انہوں نے سبحان اللہ کہا۔ پھر اطلاع ملی کہ جہاز بچ کر کنارے لگ گیا ہے تو انہوں نے الحمد للہ کہا۔ مجلس میں سے کسی عقیدت مند نے دریافت کیا کہ غرق ہونے پر سبحان اللہ اور بچنے پر الحمد للہ حضرت یہ کیا تو فرمایا سبحان اللہ تو اس لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نتیجہ میں یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ اس کا کوئی کام بے مقصد نہیں۔ جہاز غرق ہوا تو اس میں بھی ضرور کوئی بھید ہوگا، کوئی مقصد ہوگا کوئی مصلحت ہوگی کوئی فائدہ ہوگا۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب بات سامنے آتی ہے تو کہنا پڑتا ہے

زیرِ آں گنجِ کرم نہادہ است

اور جب الحمد للّٰہ کہا تو مطلب یہ تھا کہ اس کی مہربانی اور قدرتِ کاملہ سے جہاز کی سلامتی ممکن ہوئی۔ اس میں کسی انسان کا کوئی دخل نہیں۔ وہ اپنے اس فضل کی وجہ سے حمد کا مستحق ہے تو سبحان اللّٰہ کے ذکر سے ہمارے دماغوں میں یہ بات منقش ہوتی ہے کہ وہ کامل مقتدر ہستی بے عیب ہے اور ہر نقص سے منزّہ ہے اور اپنے اس وصف میں وہ واحد و یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔

دوسرا فائدہ تسبیح کے ذکر سے طہارتِ نفس کے لحاظ سے ہے۔ جب انسان ہر وقت اس ذکر میں محو رہے گا تو یہ بات کھل کر اس کے سامنے آئے گی کہ پاک تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ میں کمزور۔ عاجز۔ نالائق۔ نابکار۔ خطاؤں کا مجسمہ اور گناہوں کی آلودگیوں کی وجہ سے گندہ ہوں۔ میں کب اس سے مل سکتا ہوں۔ میں کب اس پاک وجود کا مشاہدہ کر سکتا ہوں۔ اس کے لئے ضرورت ہے مجھے اپنے آپ کو پاک کرنے کی۔ صاف کرنے اور مطہر بنانے کی سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ کا ذکر انسان کو یہ امر یاد دلاتا ہے کہ جسے تو ملنا چاہتا ہے وہ تمام عیوب سے پاک ہے اور تمام اوصافِ حمیدہ سے متصف ہے۔ اس لئے جب تک تو الٰہی اخلاق کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگین نہیں کرے گا اس پاک وجود تک نہ پہنچ سکے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی حقیقت کو اس شعر میں کیا خوب بیان کیا ہے۔ ؎

کوئی اُس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے

تیسرا فائدہ تسبیح و تحمید کے ذکر سے دعا کا ہے۔ ان کلمات کو جب بطور دعا کے پڑھا جائے اور یہ ذکر دعا کا رنگ اختیار کرے تو دعا میں ایک خاص جذب پیدا ہو جاتا ہے اور یہ دعا ایک خاص اثر کی حامل ہوتی ہے۔ حضرت یونسؑ کی دعا اسی ذکر پر مشتمل ہے۔ لا الٰہ الّا انت سبحانک انّی کنتُ من الظالمین اور اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے پُر اثر ہونے کی خود شہادت دی اور فرمایا۔ فلولا انّہ کان من المسبّحین للبث فی بطنہٖ الیٰ یوم یبعثون۔ اگر دعا کو بصورتِ تسبیح پُر اثر نہ بناتا تو تکلیف اور مشکل ہی میں رہتا۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ دعا کی قبولیت کا ایک بڑا گُر یہ ہے کہ انسان اپنے مقاصد سے پہلے تسبیح و تحمید کرے اور پھر اپنے مقصد کے لئے دعا مانگے۔ حضرت یونسؑ نے یہی طریق اختیار کیا۔ پس جب تسبیح و تحمید کے ذکر کے لئے ہمیں کہا گیا تو دراصل ہمیں بتایا گیا کہ اس طریق سے ہماری دعائیں قبول ہوں گی۔ خدا ایک زندہ ہستی کی صورت میں ہمارے سامنے آئے گا اور اس طرح رویت باری اور یقین باللہ کا جو مقام حاصل ہوگا وہ ہماری اندرونی کثافتوں کو دُور کرنے کا موجب ہوگا۔ جہاں خدا ہوگا وہاں شیطان کیسے ڈیرہ لگا سکتا ہے۔ ایسے ہی دلوں کے متعلق کہا گیا ہے ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است

اس بات کا ثبوت کہ تسبیح و تحمید قبولیتِ دعا کا بڑا ذریعہ ہے یہ ہے کہ ہمیں کہا گیا کہ ہر نماز میں رکوع کے بعد جس میں تسبیح ہوتی ہے کھڑے ہو کر یہ کہیں سمع اللہ لمن حمدہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو سن لیا جس نے خدا کی تسبیح و تحمید کی۔

چوتھا فائدہ تسبیح کے ذکر سے یہ ہے کہ ان کلمات کے ورد اور ذکر سے روح کو تسکین حاصل ہوتی ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اطمینانِ قلب اور تسکینِ روح کے علاوہ ان کلمات کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کے تقدس کا تصور دلوں پر مستولی ہو کر پاکیزگی کے جذبات ابھرنے لگتے ہیں۔ اس ذکر الٰہی سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا خیال رکھتا ہے اور اپنے انعامات سے نوازنے لگتا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولاتکفرون (بقرہ) میرا ذکر کرتے رہو گے تو میں بھی تمہارا ذکر کروں گا۔ مجھے تم یاد رکھو گے تو میں بھی تمہیں یاد رکھوں گا اور دوسرے مقام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جو ذکر الٰہی میں لگے رہتے ہیں ان کو دین و دنیا، جسمانی اور روحانی رفعتوں سے نوازا جاتا ہے۔ سورۃ نور میں آیت ہے۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا

(سورہ نور آیت ۳۷)

جن گھروں میں ذکرِ الٰہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے اور اس کی تسبیح کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ان گھروں کو اور گھر والوں کو رفعت و عظمت بخشی جاتی ہے۔

پانچواں فائدہ تسبیح و تحمید کا یہ ہے کہ انسان کمزور ہے۔ انسانوں کا مجموعہ قومیں اور جماعتیں بھی کمزور ہیں۔ لیکن ان کمزوریوں کا علاج اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ علاوہ دیگر تدابیر کے ذکر الٰہی کی طرف زیادہ توجہ دو۔ فرمایا واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون۔ ان کلمات کے بکثرت پڑھنے سے اور پوری توجہ سے اس کا ذکر کرنے کے نتیجہ میں فتح و کامرانی حاصل ہوتی ہے اور دشمنوں پر کامیابی اور غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ اس ذکر میں انسان اپنی بے بسی کا اظہار کر کے خدا تعالیٰ جو عظیم قدرتوں والی ہستی ہے کے سامنے گر جاتا ہے جس پر خدا اسے اٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں انی معک و مع اھلک بلکہ ان کے ساتھ بھی ہوں جو تیری اتباع میں ذکرِ الٰہی میں لگے رہتے ہیں۔ پھر ایسے ہی لوگوں سے تعلق اذن الٰہی ہوتا ہے اور وہ مظفر و منصور ہوتے ہیں۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمٰن

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

کہ یہ دو کلمے جو ذکرِ الٰہی پر مشتمل ہیں اگرچہ زبان سے ادائیگی ان کی آسان ہے۔ عالم، جاہل، عام، خاص، بڑا، چھوٹا ہر

ایک کی زبان سے بآسانی ادا ہوسکتے ہیں لیکن میزان کے لحاظ سے بڑے بھاری ہیں کیونکہ بہت بڑی افادیت کے حامل ہیں۔ ان کی افادیت ایک طرف مخلوقِ خدا تک موثر ہے اور دوسری طرف اس کی افادیت سے خالقِ حقیقی کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور اس کی مودّت، محبت، عظمت، رفعت دلوں میں بسیرا کرتی ہے اس لئے یہ کلمے بہت وزنی ہیں اور انہی وجوہ اور فوائد کے پیشِ نظر خدا تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں۔ جہاں اپنے نفس کی اصلاح اس ذکر سے ہوتی ہے وہاں ایسے اعمال کا ظہور ہوتا ہے جس سے خدا کی مخلوق کو فائدہ پہنچ سکتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق آپ کے بعض صحابہؓ نے یہ بیان کیا ہے کہ آپ ذکرِ الٰہی کے طور پر تسبیح کی طرف توجہ دلاتے تھے اور جب کوئی روحانی ترقی اور تزکیہ نفس کے لئے وظیفہ دریافت کرتے تو علاوہ دیگر اذکار۔ استغفار درود شریف اور تلاوتِ قرآن کے آپ تسبیح کے ذکر اور تسبیح کے کلمات کے ورد کرنے کی سوچ سمجھ کر تلقین فرماتے۔

مامور زمانہ سے دن بدن بُعد کے باعث اس بات کی شدت سے ضرورت اب محسوس ہو رہی ہے جبکہ جماعت مختلف اطراف و امصار میں کثرت سے پھیل گئی ہے۔ نئے احمدی اور نئی نسل کے احمدیوں کی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ کے سلسلہ میں اگر ہم کم از کم دو طریقوں کو ہی پوری عزیمت سے اپنالیں تو مجھے یقین ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تسبیح کے ذکر کی طرف جس مقصد کے پیشِ نظر توجہ دلائی ہے ہم اسے پالیں گے۔ جماعت کو بالعموم اور انصار کو بالخصوص یہ امر مدِ نظر رکھنا چاہیئے کہ جب تک ہم اندرونی اصلاح کے جہاد میں پوری طرح کامیاب ہو کر ایک اعلیٰ اور ارفع اور اجلیٰ نمونہ نیکی، پرہیز گاری اور دینداری کا دنیا کے سامنے نہیں رکھیں گے اس وقت تک ہماری تبلیغی مساعی میں اثر نہیں پیدا ہوسکتا۔ نیک نمونہ، اعلیٰ اخلاق اور خدا سے تعلق اور تزکیہ نفس اور سچی اصلاح کے حصول کے لئے نیک صحبت اور ذکرِ الٰہی بہت ہی مفید اور کارگر ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان باتوں پر عمل کرسکیں اور بحیثیت انصار اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرسکیں ؛

آپس کی عداوت اور جھگڑے اٹھادو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان سے اٹھادو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کرکے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہوجاؤ۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۶۷)

محترم سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم

چند یادیں ـــــ چند خطوط

مکرم اخوند فیاض احمد صاحب لاہور

دنیا بھی اک سرا ہے، بچھڑے گا جو ملا ہے

محترمی مخدومی سید میر داؤد احمد صاحب کی وفات ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔ ان کی وفات کے بعد جہاں جماعتی کاموں میں ایک عرصہ تک ان کی غیر موجودگی کو بہت محسوس کیا جائے گا۔ وہاں ان سے کسی نہ کسی رنگ میں تعلق رکھنے والا ہر شخص انفرادی طور پر بھی اپنی زندگی میں ایک خلا محسوس کرے گا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ محترم میر صاحب پر اپنی عظیم رحمتوں اور برکتوں کا نزول فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاص قرب میں ان کو جگہ عطا کرے اور ان کے اہل و عیال، آئندہ نسلوں اور ان کے جملہ عزیزان کا ہمیشہ حافظ و ناصر ہو۔ آمین اللھم آمین

یہ عاجز بھی ان لوگوں میں سے ہے جو محترم میر صاحب کی وفات کے بعد ایک خاص قسم کی محرومی کے احساس سے بچ نہیں سکیں گے۔ بے شک تمام خوبیوں اور تمام حسن اور لطافتوں کا مرجع صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و احسان کے نتیجہ میں اور اپنے محبوب ترین انسان یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان قوت قدسیہ اور فیض رسانی کے طفیل، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند جلیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین سے خاص تعلق کی برکت سے، اپنے بندوں میں ایک کشش اور شانِ محبوبیت علی حسب الاخلاص پیدا فرما دیتا ہے محترم سید میر داؤد احمد صاحب لاریب ان خوش نصیب جوانوں میں سے ایک تھے جنہیں بفضلِ الٰہی پاک سیرت اور پاک صورت ودیعت ہوئی تھی۔ انہیں حسنِ بیان اور حسنِ انتظام کے اعلیٰ جوہر عطا ہوئے تھے۔ ان تھک محنت اور سعی و جہاد ان کا شیوہ تھا۔ عبادت میں ان کو خاص شغف تھا۔ رمضان المبارک کے آخری ایام میں ان کا اعتکاف میں بیٹھنا اس کا واضح ثبوت ہے۔ غرض وہ اپنے قریبی عزیزان اور خاص زمرۂ احباب میں یقیناً یقیناً اس ارشادِ خداوندی کے مستق

نظر آتے ہیں۔ منہم من قضیٰ نحبہ

چند یادیں

بے شک آج سید میر داؤد احمد صاحب کا ذاتی جسم ہماری فانی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا ہے۔ لیکن اس عاجز کے ذہن و تخیل میں ان کی یاد کے نقوش یوں لگتے ہیں جیسے انمٹ ہوں۔ مَیں عالمِ تخیل میں ابھی دیکھ رہا ہوں۔ قادیان بہشتی مقبرہ میں خاص چار دیواری کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک کے قدموں میں، حضور کا ایک فدائی خادمِ اسلام کا ایک عظیم پہلوان اور مسیحِ پاک کا نسبتی بھائی، بعد وفات (بر تدفین) دفن کیا جا رہا ہے۔ یعنی حضرت ماموں جان میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ۔ ہر آنکھ اشکبار ہے۔ ہر دل مغموم ہے۔ مَیں بھی لڑکپن کے بعض خیالات میں گم وہاں کھڑا ہوں۔ قبر کے سرہانے ایک صاحب کے کندھے پر سر رکھے ایک نوجوان اپنے منہ کو رومال سے پیٹے آنسو پونچھتا جا رہا ہے۔ اس کے جسم کی کپکپی سے اس کی حالتِ زار کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن سسکیوں کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ شائد جیسے اس کے آنسوؤں کی رواتی کو رومال نے چھپا لیا تھا۔ اس کی آہیں بھی اس کے سینہ میں جذب ہو کر اپنے خالق و مالک حقیقی کی نصرت اور رحمت کو جذب کر رہی تھیں۔ کیونکہ وہ عالم الغیب تو دل کی مخفی کیفیتوں پر بھی نگاہ رکھتا ہے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد میں اس مبارک چار دیواری میں مغربی دروازے سے داخل ہوتا ہوں تنہائی کا عالم تھا۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کے مزار کے سرہانے ایک صاف ستھرے کپڑوں میں ملبوس نوجوان کو دعا کرتے پایا۔ اس نوجوان کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں پر جھک سا گیا ہے۔ جیسے وہ کھڑے ہونے کی حالت میں بے اختیار خدا کے حضور سجدہ ریز ہونا چاہتا ہو اور دونوں ہاتھوں نے اسکو تھام لیا ہو وہ نوجوان دعا کی حالت میں گویا گم ہو چکا ہے۔ مَیں کچھ دیر اس نوجوان کے ساکت جسم اور اسکے لباس کو دیکھتا رہا چہرہ تو حضرت ماموں جان کی وفات والے دن بھی اور اس دن بھی چھپا ہوا تھا۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا ہے کہ اس نوجوان کا نام سید میر غلام احمد ہے۔ [illegible] ۱۹۴۴ء میں قادیان میں تعلیم الاسلام کالج میں بی۔ ایس سی کلاسز جاری ہو گئیں۔ سید میر داؤد احمد صاحب نے بھی بی۔ ایس سی میں داخلہ لیا۔ اور اس عاجز نے بھی۔ اور اس عاجز کو ان کا کلاس فیلو بننے کا شرف حاصل ہوا۔ ہمارے گروپ میں برادرم شیخ نصیر الدین احمد صاحب (ابن محترم ڈاکٹر بدر الدین احمد صاحب رضی اللہ عنہ، حال مجاہد زمبیا) اور برادرم پروفیسر مسعود احمد صاحب عاطف ایم۔ ایس سی بھی تھے۔

محترم سید داؤد احمد صاحب بہت انہماک اور توجہ کے ساتھ لیکچرار کے لیکچر سنتے تھے۔ نوٹ لیتے تھے۔ لیبارٹری میں بہت محنت سے کام کرتے تھے۔ ان کے کام کا انداز یہ تھا کہ بڑی توجہ کے ساتھ تجربہ گاہ میں کام کر رہے ہیں یعنی مشکل مسئلہ پر لیکچرر کی تقریر کو اپنے اور اپنے ہم جماعتوں کو ذہن نشین کرانے کے لئے دہرا رہے ہیں اور اس دوران مسکراتے ہوئے کوئی ہلکی پھلکی سی بات بطور لطیفہ کے بیان کر دیں گے۔ جس سے ارد گرد کے لوگوں کی کوفت یا ایک سنجیدہ

کیفیت تھوڑی دیر کے لیے مسکراہٹ اور ذہنی تفریح کے رنگ میں بدل جاتی۔ ایک مرتبہ لیبارٹری میں تھوڑے فارغ وقت میں "رات کی رانی" کے تازہ پھول لے کر آئے۔ صندل کا تیل بھی ساتھ لائے اور شیشے کی خاص صراحی میں پھول ڈال کر عطر تیار کرنے لگے۔ وہ صفائی اور نفاست پسند تو جوان عطر بنانے کا سامان لگاتا ہوا بہت بھلا لگ رہا تھا۔

ہجرت کے بعد تعلیم الاسلام کالج اور فضل عمر ہوسٹل ابتدائً لاہور کینال بنک پہ ایک شکستہ سی عمارت میں قائم ہوئے۔ سید میر داؤد احمد صاحب رتن باغ میں مقیم تھے۔ باقاعدگی سے کالج میں تشریف لاتے۔ کلاس روم میں تعلیم چٹائیوں پر بیٹھ کر حاصل کی جاتی تھی۔ پریکٹیکل کا انتظام ایف سی کالج کی لیبارٹریز میں تھا۔ سائنس کلاسز کے لیکچر بھی ایف سی کالج کے لیکچر روم میں ہوتے۔ محترم پروفیسر میاں عطاء الرحمن صاحب اور محترم پروفیسر سلطان محمود صاحب شاہد علی الترتیب ہمارے فزکس اور کیمسٹری کے استاد تھے۔ یہ عجیب ایام تھے۔ اس زمانہ کی روئیداد تاریخ احمدیت کے ایک نہایت اہم باب کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس وقت جو آنکھیں دیکھتیں اور دل محسوس کرتا، ان کو الفاظ کا جامہ پہنانا کوئی آسان امر نہیں۔ حضور پرنسپل کالج تشریف لاتے ہیں۔ پرنسپل کا دفتر ایک بان کی چارپائی ہے جس پر ایک سادہ بستر بچھا ہے۔ آفس سپرنٹنڈنٹ صاحب چند کاغذات پیش کرتے ہیں۔ حضور پرنسپل دیکھ رہے ہیں۔ طلباء ادھر سے ادھر گزر جاتے ہیں۔ ساتھ والے کمرے میں چٹائیوں پر طلباء بیٹھے ہیں۔ ایک استاد کھڑے لیکچر دے رہے ہیں۔ ایک اور کمرے میں دو چارپائیاں بچھی ہیں۔ آمنے سامنے چند استاد بیٹھے ہیں۔ کالج کے امور اپنے ٹائم ٹیبل، طلباء کے معاملات وغیرہ امور پر سنجیدگی سے گفتگو کر رہے ہیں۔ کالج کے اس زمانہ کا ہر طالب علم، کالج کا ہر زمانہ کا ہر استاد، اور کارکن سیدنا حضرت المصلح موعود رضی اللہ عنہ کی قوت قدسیہ اور عظیم الشان توکل علی اللہ اور عزم پر ایک زندہ گواہ ہے اور حضور پرنسپل کے عزم و استقلال کا بھی۔ میری نگاہوں میں چٹائیوں پر بیٹھ کر بڑے انہماک کے ساتھ لیکچر سننے والا ایک چہرہ گھوم رہا ہے۔ ایف سی کالج کی کیمسٹری لیبارٹریز اور لیکچر روم میں پوری توجہ اور ایک گونہ سنجیدگی کے ساتھ اکتساب علم میں مصروف ایک پیارا وجود اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ وہ چہرہ وہ وجود سید میر داؤد صاحب کا ہے۔

کالج کے قوانین کے ماتحت فورتھ ایر کے یونیورسٹی امتحان میں شامل ہونے سے پہلے، کالج کے طلباء کا لازمی دینیات کے مضمون کا امتحان پاس کرنا ضروری ہے۔ فائنل ایر کے طلباء اس امتحان کے لئے جمع ہیں۔ کمرۂ امتحان میں چٹائیاں بچھا کر صفوں میں بیٹھنے کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ کچھ دیر پہلے ایک اکیلی سی جگہ پر چارپائی پر میر محمود احمد اور یہ عاجز ایک دوسرے کے قریب بیٹھے ہیں۔ امتحان کے نصاب میں سورۃ الصف کی پہلی اور آخری دس آیات کا حفظ کرنا بھی شامل تھا۔ سید داؤد احمد خوش الحانی سے ان آیات کی میرے سامنے تلاوت فرماتے ہیں اور پھر کہتے ہیں "یاد ہیں"۔ یعنی اگر پرچہ سوالات میں ان آیات کو زبانی لکھنے کا کہا گیا تو انشاء اللہ لکھ سکیں گے۔ پھر کچھ دیر خاموش رہ کر مجھے کہا۔ "کوئی تفسیر سنائیں"۔ میں ان کی بات پر ہنس کر خاموش ہو گیا۔ یہ زبان حال اپنی نالائقی اور جہالت کا اقرار تھا لیکن اس

عاجز کے دل میں اس وقت بھی ایک تلاطم تھا اور اس وقت بھی ہے جب یہ سطور زیرِ تحریر ہیں۔ ایک عظیم المرتبہ عالم اور فاضلِ اجل کا فرزند، امامِ وقت حضرت المصلح الموعودؓ کے قریب میں رہنے والا ایک ذکی، ذہین اور فہیم نوجوان کتنی سادگی اور کتنے بھولے پن سے مجھ ناچیز اور حقیر کو کہتا ہے کہ کوئی قرآن کی تفسیر سناؤ۔ یہ ان کی تو عالی ظرفی تھی۔ لیکن میرے لئے ہمیشہ کے واسطے لمحۂ فکریہ ہے۔

سید میر داؤد احمد صاحب فارغ التحصیل ہونے کے بعد ربوہ میں اہم مرکزی عہدوں پر مامور ہوئے۔ وہ جلد جلد بہت اہم اداروں کے سربراہ بنتے چلے گئے۔ یہ عاجز ہمیشہ سوچتا تھا کہ اس جہان میں حضرت ماموں جان سید میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کو فرشتے ان کے خلف الرشید کے جلد جلد ترقی کرنے کی خوشخبریاں سناتے ہوں گے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی برکت کے نتیجہ میں شاید یہ آیت قرآنی بھی۔ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و علیٰ آل سیدنا محمد وبارک وسلم انک حمید مجید۔

ان دنوں غالباً میر صاحب احمدیہ شاید کلاس میں تھے۔ خدام الاحمدیہ کا مرکزی سالانہ اجتماع ربوہ میں منعقد ہوا تھا جبکہ ناشتہ کے وقت مقامِ اجتماع میں ایک ٹک شاپ (TUCK SHOP) سے چائے مل سکتی تھی۔ یہ عاجز اور برادر شیخ نصیر الدین احمد صاحب اپنے چنے سنبھالے اس جگہ پہنچے۔ میر داؤد احمد صاحب اور میاں طاہر احمد صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ ملاقات ہوئی تھی۔ میر داؤد احمد صاحب نے آہستگی سے میاں طاہر احمد صاحب کو کچھ کہا اور فوراً ہی ایک پلیٹ میں کچھ بسکٹ مٹھائی وغیرہ لے کر میاں طاہر احمد صاحب نے برادر نصیر الدین احمد اور اس عاجز کے سامنے بڑھا دی۔ اس عاجز نے ہنس کر دونوں محترم بھائیوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور مزے مزے لے کر ہم نے پلیٹ خالی کر دی۔

اور یہ ایک جلسہ سالانہ ہے۔ ایک مرکزی خیمہ میں موجود کارکن سے یہ عاجز کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے وہ کارکن کسی وجہ سے پوری توجہ کے ساتھ جواب نہیں دے سکا۔ اتنے میں دیکھتا ہوں کہ سید میر داؤد احمد صاحب بھی وہاں تشریف لے آئے۔ اس عاجز نے وہی سوال ان سے کیا۔ انہوں نے نہ صرف مجھے تسلی بخش جواب دیا بلکہ اس کارکن سے ناراضگی کا اظہار کیا کہ پہلے ہی اس نے صحیح جواب کیوں نہیں دیا۔

اس کے بعد ایک اور جلسہ سالانہ کا واقعہ ہے۔ یہ عاجز سرگودھا والی سڑک کے اس طرف پہاڑی کے دامن میں ایک خالہ محترمہ کے ہاں ٹھہرا تھا۔ ان دنوں ایک لنگر مسجد مبارک کے ساتھ سابقہ مہمان خانہ کی جگہ پر بھی قائم ہوتا تھا۔ رات کو دیر ہو گئی اور خالہ کے ہاں کھانا نہ پہنچا۔ یہ عاجز جب گھر گیا تو یہ دیکھ کر تو لنگر سے کھانا لینے آیا۔ شاید اس وقت لنگر کے ... کھانا لینے والا کوئی باقی نہ رہا تھا۔ "تقسیم سالن" والی کھڑکی سے یہ عاجز "تقسیم روٹی" والی کھڑکی پر پہنچا۔ شاید ... کارکن عاجز سے پرچی لے کر اندر چلا گیا۔ کیونکہ اس کے پاس روٹیاں نہیں تھیں۔ عاجز نے سمجھا وہ اندر کہیں سے یا تنور والے کے پاس سے جا کر روٹیاں لائے گا۔ چند منٹ کے بعد ہی وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ میر داؤد احمد صاحب تشریف لا رہے تھے۔

انہوں نے اس عاجز کو دیکھا، خاموشی سے کھڑکی کے قریب آئے۔ السلام علیکم کہا اور سنجیدگی اور معذرت کے انداز میں بولے کہ روٹیاں تو بالکل ختم ہیں۔ ان کو دیکھ کر اور یہ بات سن کر عاجز ہنس پڑا اور خالی سالن لے کر گھر آ گیا۔ ان کا چہرہ ان کا اس وقت کا انداز، خود چل کر آنا اور مجھ حقیر سے معذرت کرنا، بھلا یہ چیزیں کیسے بھلائی جائیں گی۔

یہ عاجز کئی سال سے لاہور میں بسلسلہ ملازمت مقیم ہے جب پہلی مرتبہ سید داؤد احمد صاحب، صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ مقرر ہوئے تو اس عاجز نے ان کی خدمت میں مبارکباد کا خط لکھا اور دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ اس عاجز کو بھی خدمتِ دین کی توفیق بخشے۔ (آمین) انہوں نے جواب میں تحریر فرمایا کہ مجلس خدام الاحمدیہ کا کام کرنا بھی بڑی نیکی اور خدمتِ دین ہے۔ یہ ارشاد پڑھ کر یہ عاجز اس وقت قائد مجلس خدام الاحمدیہ لاہور محترم سید حضرت اللہ پاشا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ماجرا سنایا۔ انہوں نے از راہِ شفقت و احسان اس عاجز کو ایک خدمت سپرد کر دی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع ہے۔ سید میر داؤد احمد صاحب کرسئ صدارت پر رونق افروز ہیں۔ شوریٰ کا اجلاس جاری ہے مستحقین کی مالی امداد کے لئے ایک مرکزی فنڈ قائم کرنے کی تجویز زیرِ بحث ہے۔ ان دنوں خدام کا بجٹ آج کی نسبت بہت چھوٹا ہوتا تھا۔ صدر محترم اضطراب کی حد تک امدادِ مستحقین کے حق میں تھے۔ انہوں نے جس موثر انداز میں بعض ضرورت مندوں کے اظہارِ ضرورت پر روشنی ڈالی اور مناسب فنڈ کی غیر موجودگی میں اپنی اور مرکزی کارکنوں کی بے بسی پر اظہارِ افسوس فرمایا، وہ انداز ناقابلِ فراموش ہے۔ اسی مجلس میں مرکز نے احترام اور وقار کے لئے ان کے عظیم جذبۂ غیرت کا بھی بے اختیار اظہار ہوا۔ اس تجویز پر بولتے ہوئے ایک نمائندہ خادم کے منہ سے ایسے کلمات بھی نکلے جو صدرِ مجلس مرکزیہ کے شایانِ شان نہیں تھے۔ اس خادم کی تقریر کا جواب ایک مرکزی عہدہ دار نے دینا چاہا۔ سید میر داؤد احمد صاحب نے ان مرکزی کارکن صاحب کو اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ ہی ایک بے ساختہ جوش کے ساتھ اس خادم کے بارہ میں فرمایا "انہوں نے مجھ پر ایک الزام لگایا ہے اس کا جواب میں خود دوں گا۔" شدتِ ضبط سے صدر محترم کا چہرہ سرخ تھا۔

مقامِ حیرت ہے کہ وہ ایک کم گو، شریف النفس، نرم طبع اور شرمیلا جوان جب خدمتِ دین اور خدمتِ انسانیت کے مقامات پر فائز ہوا تو کس طرح ایک سحر بیان مقرر، عالی ظرف منتظم اور بے حد غیور مجاہد کے فرائض بفضلِ ایزدی ادا کرتا چلا گیا ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خدام الاحمدیہ کے مرکزی سالانہ اجتماع کی ایک اور بابرکت مجلس عروج پر ہے۔ "تلقینِ عمل" کے سلسلہ میں ممتاز علماء اور فہیم المرتبہ فرزندانِ احمدیت کی تقاریر کا پروگرام ہے۔ ایک سابق صدر مجلس مرکزیہ اسٹیج پر رونق افروز ہوئے ہیں اور صدرِ اجلاس (اسماء الفاروس) میں سے ایک ہونہار نوجوان) کچھ ان الفاظ میں ان کا تعارف کراتے ہیں کہ خدام الاحمدیہ کا کام ایک بہت کٹھن کام ہے۔

بہت سے احباب اس کام سے فارغ ہونے کے بعد پھر "انصار اللہ کی آرام گاہوں" میں چلے جاتے ہیں۔ اب ان میں سے ایک ایسے وجود جو مجلس کے نہایت ہر دلعزیز صدر رہ چکے ہیں خطاب فرمائیں گے۔ موجودہ صدر محترم سید میر داؤد احمد صاحب بھی پیچھے اسٹیج پر تشریف لا رہے ہیں۔ اور یہ تعارفی کلمات سنکر مسکرا رہے ہیں۔ حاضرین مجلس بھی مسکرانے لگے۔ خدام اپنے سابق "نہایت ہر دلعزیز صدر" کو اور سب حاضرین یقیناً "ایک نہایت ہر دلعزیز" فرزند احمدیت کو دیکھ کر بہت مسرور اور ان کے شیریں کلمات کو سننے کے بہت مشتاق تھے۔ مقرر حضور نے تشریف لاتے ہی تشہد اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد ایک جوش اور نصیحت کے انداز میں بلند آواز سے فرمایا:-

"میں کسی آرام گاہ سے نہیں آیا بلکہ ایک بہت بڑے میدان مجاہدہ سے آیا ہوں ......"

اسٹیج پر وہ دمکتے ہوئے چہرے جو خدمت دین کے جوش سے لبریز تھے۔ غیرت ایمانی جن کا خمیر ہے۔ ذکر الٰہی ان کا شیوہ۔ انسان دوستی اور نصیحت ان کا مقصد حیات۔ میری آنکھیں ان چہروں کو دیکھ کر پرنم تھیں۔ کاش مجھے طاقت پرواز ملتی۔ میں روئے زمین پر تمام آبادیوں، پہاڑوں، جنگلوں، میدانوں، صحراؤں اور سمندروں کی مخلوق کو جا کر پکارتا۔ مسیح زمان کے درخت وجود کے ان شیریں ثمار کا اس مخلوق سے تذکرہ کرتا اور اس تذکرہ کے بعد اپنے سینے کے تمام زور کے ساتھ اعلان کرتا ؎

اگر فردوس بر روئے زمیں است

ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

لاریب ان چہروں، ان آنکھوں، ان آبروؤں اور ان لبوں کی حرکات کو دیکھ کر اور ان کے کلمات کو سنکر روحیں رقص کرتی ہیں۔ دل وجد میں آجاتے ہیں اور بے اختیار گواہی دیتے ہیں لا تسمع فیھا لاغیۃ

چند خطوط

اب یہ عاجز محترمی و مخدومی برادرم سید میر داؤد احمد صاحب کے چند خطوط ذیل میں نقل کرتا ہے۔ ان خطوط کی عبارات سے ان کے اخلاق و کردار پر یقیناً روشنی پڑتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ نیز ارشاد نبویؐ ہے۔ خیرکم خیرکم لاھلہ

ان خطوط سے جو اس عاجز کے نام تحریر کئے گئے اور جن کے الفاظ ہر قسم کی بناوٹ سے پاک نظر آئیں گے (انشاء اللہ) یہ امر واضح ہوتا ہے کہ وہ پاک سیرت جوان خدا تعالیٰ کے فضل سے علی قدر مراتب بیش از بیش طور پر ان خوبیوں سے متصف تھا جو مذکورہ بالا آیت قرآنی اور حدیث نبوی میں بیان ہوئی ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

ربوہ ۲۳ مئی ۱۹۶۷ء :-

"آپ کا خط ملا جزاکم اللہ۔ میں آپ کے لئے دعا کی کتابوں اور آئندہ بھی حسب توفیق دعا کرنے کا ارادہ

رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ جب آپ دوست دعا کے لئے کہتے ہیں تو سخت شرمندگی ہوتی ہے اگر اسی سے گناہوں کی بخشش ہو جائے تو زہے قسمت۔ آپ نے لفافہ پر "اقدس" کا لفظ استعمال کیا ہے اگر عام بزرگوں کے لئے استعمال ہوتا تو پھر بھی مجھے شرمندگی ہوتی۔ لیکن یہ لفظ تو انبیاء کے لئے یا ان کے بعد صرف خلفاء کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ سب سے زیادہ مقدس یہ خطاب زندوں میں سے صرف ایک ہی شخص پر سجتا ہے اور وہ خلیفۃ المسیح کی ذات ہے۔ لہٰذا کم از کم میرے لئے تو اسے استعمال نہ کریں ممنون ہوں گا۔ ربوہ میں الحمدللہ خیریت ہے۔ امید ہے میرے انجام بخیر ہونے کی دعا کرتے ہوں گے"

ربوہ ۲۰/۷/۷۰ "امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فضل کے سایہ میں رکھے۔ بی بی کافی بیمار ہیں اور اس وجہ سے بہت پریشانی ہے۔ امید ہے خاص دعاؤں میں یاد رکھیں گے میرے لائق کوئی خدمت؟"

۸/۱۱/۷۰ "آپ کا خط ملا جزاکم اللہ ...... میں دعا کا سخت محتاج ہوں۔ خصوصاً آج کل بعض وجوہ سے یہ احتیاج بہت بڑھ گئی ہے...... رمضان کے بابرکت ایام میں میں تو پہلا روزہ رکھ کر ہی انفلوئنزا سے بیمار ہو گیا۔ اس کے بعد آج پھر روزہ رکھنے کی توفیق ملی ہے۔ اس وجہ سے بہت پریشان رہا۔ امید ہے آپ مع اہل و عیال ہر طرح خیریت سے ہوں گے"

۵/۱۲/۷۰ "آج آپ کا خط ملا۔ آپ کو بھی عید مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ میں بلڈ پریشر کی تکلیف سے سارا رمضان بہت بیمار رہا۔ جلسہ سالانہ کا کام سر پر ہے اور صحت پوری طرح ساتھ نہیں دے رہی...... بی بی پہلے کی نسبت بہت بہتر ہیں مگر پوری طرح بیماری دور نہیں ہوئی...... حسب توفیق آپ کو دعا میں یاد رکھتا ہوں"

ربوہ ۱۷/۱/۷۱ "آپ کا خط محررہ ۱۳/۱ ملا جزاکم اللہ خیر۔ مبارک ہو آپ کو بھی عید مبارک ہو۔ آپ کے خطوط باقاعدہ ملتے رہتے ہیں اور دعائیہ باتیں [illegible] حوصلہ بڑھانے اور تسلی ہوتی ہے۔ میں بھی حسب توفیق آپ کو یاد رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور اہل و عیال کو اپنی خاص پناہ اور حفاظت میں رکھے۔ آمین

بی بی کی طبیعت اچھی ہے۔ مکرم ڈاکٹر محمود الحسن صاحب نے دو ہفتہ ہوئے معائنہ کیا تھا۔ بیماری قریباً دور ہو چکی ہے جو اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور احسان ہے۔ میں نے آپ کے گھر سے سلام پہنچا دیا تھا ہوا وعلیکم السلام اور جزاکم اللہ عرض کر دیں"

۲۶/۱۲/۷۱ "طالب خیر بخیریت۔ آپ کا ۲۱ دسمبر کا لکھا ہوا کرمت نامہ ملا جزاکم اللہ۔ آپ کی دعاؤں اور نیک خواہشات کا حد درجہ ممنون ہوں۔ ملکی حالات نے طبیعت میں ایک غیر معمولی افسردگی پیدا کر دی ہے اللہ تعالیٰ ہمارے ملک پر رحم کرے۔ حضرت مسیح موعود کو [illegible] کر دیئے گئے [illegible] سرا ہے۔ [illegible] نے مسیح علیہ السلام

کو رد کرکے کیا حاصل کیا تھا جو مسلمان ان کے نقشِ قدم پر چل پڑے۔ بہرحال دل بہت صدمہ محسوس کرتا ہے۔ خدا ان مسلمانوں پر رحم کرے جو دشمن کے پنجہ میں چلے گئے ہیں۔۔۔۔

خاکسار آپ کے لئے دعا گو رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خاص برکات سے نوازے اور ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رکھے آمین

عظیم الشان رؤیاءِ مسیح موعود علیہ السلام

امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"خواب میں دیکھا کہ میر ناصر نواب صاحب اپنے ہاتھ پر ایک درخت رکھ کر لائے ہیں جو پھل دار ہے اور جب مجھ کو دیا تو وہ ایک بڑا درخت ہوگیا جو بیدانہ توت کے درخت کے مشابہ تھا اور نہایت سبز تھا اور پھلوں اور پھولوں سے بھرا ہوا تھا اور پھل اس کے نہایت شیریں تھے۔ اور عجیب تر یہ کہ پھول بھی شیریں تھے۔ مگر معمولی درختوں میں سے نہیں تھا۔ ایک ایسا درخت تھا کہ کبھی دنیا میں دیکھا نہیں گیا۔ میں اس درخت کے پھل اور پھول کھا رہا تھا کہ آنکھ کھل گئی" (بحوالہ تذکرہ طبع دوم ص۵۹۵)

اس عظیم الشان رؤیا سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء حضرت سید میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ کی اولاد و نسل کو خاص محاسن اور مقاماتِ عالیہ سے متصف فرمانے کا تھا۔ چنانچہ حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ کی عظیم المرتبہ صاحبزادی سیدہ حضرت جہاں بیگم نور اللہ مرقدہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقدِ مبارک میں آئیں جن کے متعلق الہاماً فرمایا گیا۔ اشکر نعمتی رأیت خدیجتی۔ (تذکرہ)

اور ان کے بطن سے حضور کو جو اولاد و نسل عطا ہوئی اس کے بارہ میں بطور پیشگوئی حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایتِ اسلام کی ڈالے گا۔ اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے، دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہربانو تھا۔ اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی، اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔" (تریاق القلوب)

اسی طرح حضرت سید میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ کے دونوں جلیل القدر فرزندان حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب

اور حضرت سید میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہما تقویٰ اور خدمتِ دین و انسانیت کے بلند مقام پر فائز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بزرگوں کی اولاد و نسل کو بھی عزت و مرتبہ سے نوازا۔ حضرت ڈاکٹر سید میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی کی صاحبزادی محترمہ سیدہ مریم صدیقہ ام متین صاحبہ مدظلہا العالی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہو بنیں اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں۔ آپ کی دو اور صاحبزادیاں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بہوئیں بنیں۔ آپ کی ایک صاحبزادی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسے نوابزادہ مسعود احمد خان سلمہ کے عقد میں آئیں۔ آپ کے بڑے صاحبزادے ونگ کمانڈر سید محمد احمد صاحب سلمہ کے عقد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک پوتی آئیں۔ فالحمد للہ۔ نیز حضرت سید میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کے فرزند اکبر برادرم محترم سید میر داؤد احمد صاحب کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کے منجھلے بیٹے سید مسعود احمد صاحب سلمہ کے عقد میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ایک نواسی اور چھوٹے بیٹے سید محمود احمد صاحب ناصر سلمہ کے عقد میں بھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ امۃ المتین آئیں۔ ثم الحمد للہ۔

غرض برادرم محترم سید میر داؤد احمد صاحب کا وجود بفضل اللہ تعالیٰ اس "بڑے درخت" کا ایک "نہایت شیریں" پھل تھا جس کے متعلق مسیح پاک کو دکھایا گیا کہ وہ درخت

"معمولی درختوں میں سے نہیں تھا۔ ایک ایسا درخت تھا کہ کبھی دنیا میں دیکھا نہیں گیا"

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء۔

یہ قادیان میں اس عاجز و ناچیز کے زمانہ طالب علمی کا واقعہ ہے۔ حضرت بڑے ماموں جان سید میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ بستر علالت پر تھے (یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ حضرت سید میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ بستر علالت پر تھے (یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ حضرت سید میر محمد اسمٰعیل صاحب۔ اس عاجز کے والد اخوند محمد اکبر خان رضی اللہ عنہ کے مشفق و محسن دوست تھے۔ اسی طرح حضرت سید میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کا بھی اس عاجز کے والد صاحب سے شفقت و احسان کا سلوک رہا تھا) آپ کی وفات سے کچھ دن پہلے خواب میں دیکھا کہ یہ عاجز مسجد اقصیٰ کے شمالی دروازے سے مسجد میں داخل ہوا ہے اور دائیں طرف گھوم کر مسجد کے ابتدائی مسقف حصہ میں چلا گیا۔ پہلے برآمدہ میں داخل ہوتے ہی جب نگاہ ڈالی تو جہاں منبر تھا تو منبر کے عین سامنے برآمدے میں ایک پلنگ پر سفید پاکیزہ بستر بچھا تھا اور حضرت ماموں جان سید میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی پلنگ کے قریب (شمال کی جانب پشت کئے) اس انداز سے کھڑے تھے کہ ابھی بستر پر لیٹ جائیں گے۔ مسجد میں اور کوئی نہیں تھا۔ اس بستر کا سرہانہ منبر یعنی مغرب کی طرف تھا۔ مسجد کے مسقف حصہ داخل ہوتے ہی سید میر داؤد احمد صاحب نظر آئے۔ مسجد کے قدیم حصہ میں ایک سپیکر سٹینڈ رکھا تھا اور وہ اس کے ساتھ لگ کر کھڑے تھے۔ یہ عاجز حضرت ماموں جان رضی کی جانب مزاج پرسی کے لئے جانا چاہتا تھا کہ میر داؤد نظر آئے تو ذرا رک کر اس

عاجز نے ان سے حضرت ماموں جان رضؓ کی طبیعت کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے کچھ مختصر جواب دیا اور سنتے ہی یہ عاجز حضرت ماموں جانؓ کے پلنگ کی طرف گیا۔ جب وہاں پہنچا تو آپ بستر میں لیٹ کر محو خواب نظر آئے۔

حضرت ماموں جان میر محمد اسمٰعیل صاحب رضؓ کی وفات جمعہ کے روز ہوئی تھی (یہ واقعہ ان کے اپنے ایک رؤیا کے مطابق تھا) مسجد اقصیٰ کا جمعہ کے روز سے خاص تعلق ہے اور یہ عاجز سوچتا ہے کہ حضرت سید میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ کے پوتے سید میر داؤد احمد صاحب کی وفات آپ کے فرزند اکبر حضرت سید میر محمد اسمٰعیل صاحب رضؓ کے بعد ہوئی ہے۔ خواب میں مسجد میں وہ ایک فاصلہ پر ضرور نظر آتے ہیں۔ لیکن ان دونوں کے درمیان کوئی نہیں تھا میر داؤد مسجد اقصیٰ میں کھڑے تھے۔ سپیکر سٹینڈ کے ساتھ (اس وقت وہ بھی طالب علم تھے جب خواب دیکھا) پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو پرنسپل جامعہ اور صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے عہدے عطا کئے۔ "خدمت درویشان" کے شعبہ کی سربراہی بخشی۔ یہ اہم شخصیت بعد ہجرت، قافلۂ پاکستان کو لے کر قادیان جلسہ سالانہ کے موقعہ پر تشریف لے گئی۔ مسجد اقصیٰ میں انہوں نے جماعت ہائے احمدیہ بھارت کے سالانہ جلسہ کی صدارت فرمائی۔ وہاں احباب سے خطاب فرمایا۔ کیا یہ سب اس خواب کی تعبیر ہے؟ واللّٰہ اعلم بالصواب

بہرحال منشاء الٰہی سے برادرم محترم سید میر داؤد احمد صاحب اس دنیا کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے ہیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ مسیح پاک فرماتے ہیں ؎

بلانے والا ہے سب سے پیارا — اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

کل من علیہا فان ○ ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ○

اللّٰھم صلّ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد وعبدک المسیح الموعود و بارک وسلم انک حمید مجید۔ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

آسائش کی حقیقی راہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"مومن کو حقیقی راحت اور آسائش کے لئے رو بخدا ہونا چاہیئے۔ جو مومن آسائش کی زندگی چاہتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کریں اور اس کے سوا اور کسی پر بھروسہ نہ کریں۔"

(ملفوظات ششم صفحہ ۳۲۷)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

بعض روایات

(مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور ربوہ)

روایات مکرم حافظ عنایت اللہ صاحبؓ ساکن نارووال ضلع سیالکوٹ

مندرجہ ذیل روایات مکرم حافظ صاحب کی زبانی لائل پور میں ۴۲ء کو نوٹ کیں جبکہ خاکسار تبلیغی دورہ پر لائل پور آیا تھا:

"میری عمر اس وقت ۹۴ سال ہے۔ میری بیعت ۱۸۹۸ء کی ہے۔ میں جب پہلی دفعہ ۱۸۹۸ء میں قادیان گیا مسجد مبارک کل چھوٹی سی ہوتی تھی۔ مغرب کے وقت ایک احمدی دوست نے میرا تعارف حضور سے کرایا۔ میں چند دن وہاں رہا۔ ہم چار آدمی تھے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ ان دنوں زندہ تھے۔

میری دوسری ملاقات حضور سے گورداسپور میں ہوئی۔ حضور نے گورداسپور میں کچہری والی سڑک کے ایک طرف ایک لمبی چوڑی دری بچھائی ہوئی تھی جس پر ۵۰-۶۰ آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ جماعت کے باقی بڑے بڑے احباب بھی اس دری پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر حضور نے پگڑی اپنے سر سے اتاری اور اسی مجلس میں باندھی بھی۔ حضور کی پگڑی کے نیچے رومی ٹوپی تھی۔ حضورؑ کا سر مبارک بڑا تھا۔ اس واسطے ٹوپی بھی بڑی ہی سر پر رکھی تھی۔ حضور کے بال لمبے تھے اور مہندی لگی ہوئی تھی۔ داڑھی لمبی اور گھیردار تھی۔ پیشانی کشادہ تھی۔ حضور وہاں سے رفع حاجت کے لئے سڑک کے کنارے کے کھیتوں میں گئے۔ گلابی بہار تھی۔ حضور فصلوں کے اندر دور تک چلے گئے۔ اس وقت حضور نے صرف قمیص اور اس کے اوپر واسکٹ پہنی ہوئی تھی۔ شرعی پاجامہ تھا۔ ایک جمعہ ہم نے اسی سڑک پر اسی دری پر بھی پڑھا۔ ظہر و عصر کی نماز حضور اکٹھی کر کے پڑھاتے تھے۔ یہ مولوی کرم الدین کا مقدمہ تھا اور روزانہ تاریخ مقرر ہوتی تھی۔ عدالت میں حضور کو کرسی ملتی تھی۔ کچہری کے بند ہونے سے غالباً ایک گھنٹہ پیشتر ۳ بجے کے قریب دونوں نمازیں اکٹھی پڑھ لی جاتی تھیں۔ حضور کی رہائش گورداسپور میں ایک وکیل کے مکان پر تھی، جو شہر کے باہر ایک تالاب کے پاس تھا۔ حضور وہاں معہ خدام کے رہا کرتے تھے

جس چھت پر حضور رات کو سوتے تھے وہ پردہ والا ہوتا تھا۔ حضورؑ گورداسپور میں اکیلے ہی آئے تھے حضرت ام المومنین حضور کے ہمراہ نہ تھیں۔ جس چھت پر حضور سوتے تھے۔ اسی چھت پر مفتی صاحب اور خواجہ صاحب کے بستر بھی ہوتے تھے اور سردار فضل حق صاحب نومسلم ساکن دھرم کوٹ بگہ بھی ساتھ ہوتے تھے۔ ان کو ضمانت وغیرہ کی ضرورت کے لئے ساتھ رکھا ہوا ہوتا تھا۔

ایک شخص قادیان میں حضور کے پاس بنارس سے آیا اس نے بیعت کی اور آمین بالجہر اور رفع یدین کے متعلق پوچھا۔ حضور نے فرمایا میری جماعت میں دونوں طرح کے آدمی ہیں اور میں کوئی اعتراض نہیں کرتا بلکہ خوشی ہے کہ میری جماعت میں دونوں سنتوں پر عمل ہوتا ہے۔ ساتھ ہی حضور نے فرمایا کہ امام کے پیچھے الحمد (سورۃ فاتحہ) پڑھنی چاہیئے پھر فرمایا لوگ نماز ایسے پڑھتے ہیں جیسے ٹھونگے مارے جاتے ہیں اس کے ساتھ ہی حضور نے اپنی انگلی شہادت سے زمین پر ٹھونگا مار کر بھی بتایا کہ ایسے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ امام کو چاہیئے کہ سورۃ فاتحہ ٹھہر کر پڑھے تاکہ مقتدی درمیانی وقفہ میں ادا کرتا چلا جائے اور جلدی نہ کرے۔ ہر فقرہ الگ الگ پڑھے اور ایاک نعبد وایاک نستعین کے بار بار (مکرر) پڑھنے کے متعلق بھی تاکید فرمائی۔

میں نے ایک دفعہ خط میں حضور کو لکھا کہ مجھے ایسی بات بتائیں کہ جس سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے۔ اس کے جواب میں ایک خط پیر سراج الحق صاحب نعمانی کے ہاتھ کا لکھا ہوا حضور کی طرف سے آیا کہ ہر نماز کے بعد لاحول ولا قوۃ۔ استغفار، درود شریف، سورۃ فاتحہ گیارہ گیارہ دفعہ پڑھا کریں۔ نیز فرمایا کہ سچی اتباع سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جایا کرتی ہے۔

مجھے گورداسپور میں ایک دفعہ مٹھی چاپی کرنے کا موقعہ بھی ملا۔ جبکہ حضورؑ چارپائی پر لیٹے ہوئے ہوتے تھے حضور کچہری میں بند گاڑی میں بیٹھ کر جایا کرتے تھے اور گاڑی کے اوپر کتابوں کے بنڈل ہوتے تھے تاکہ بوقت ضرورت اصل کتب سے حوالہ جات دکھلائے جا سکیں۔ دو چار آدمی حضور کے ہمراہ گاڑی میں بھی بیٹھا کرتے تھے۔

روایات مکرم مولوی صدر الدین صاحب حال حویلی بہادر شاہ ضلع جھنگ

یہ روایات ان سے خاکسار نے ۷۲/۱۲/۱۱ کو سنکر نوٹ کی تھیں جبکہ خاکسار تبلیغی دورہ پر ان کے پاس حویلی بہادر شاہ پہنچا تھا جہاں یہ گرداور قانونگوئی تھے۔

”میرا اصل وطن شورکوٹ ضلع جھنگ ہے اس وقت عمر ۸۱ سال ہے۔ بیعت ۱۹۰۵ء میں کی۔ میں نے ۱۹۰۸ء میں قادیان گیا۔ وہاں جاکر پتہ لگا کہ حضور لاہور تشریف لے گئے ہیں اس لئے میں لاہور آ گیا۔ میرے ساتھ حکیم محمد زاہد صاحب

ساکن قصور کوٹ بھی تھے۔ لاہور میں حضور کا قیام احمدیہ بلڈنگز میں تھا۔ خواجہ کمال الدین صاحب بھی وہیں رہتے تھے۔ حضور لاہور میں پیغام صلح والی تقریر کے لئے تشریف لائے تھے۔ میں لاہور میں صرف ایک دن رہ سکا۔ وہاں ایک شخص نے کہا کہ ہم بھوکے ہیں۔ مرزا کے لنگر سے روٹی کھانی ہے۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے کہا روٹیاں جتنی چاہو کھلاؤں گا۔ چنانچہ کئی آدمیوں کو روٹی کھلائی گئی۔ اس دن پچاس ساٹھ آدمیوں نے بیعت کی۔ پگڑیوں کو دور تک پھیلا دیا گیا تھا۔ سب احباب نے جو دور تھے پگڑیوں کو پکڑا۔ پگڑی کا ایک سرا حضور کے ہاتھ میں تھا۔ اسی طرح سے سب نے بیعت کی۔"

شیطان کا سب سے زیادہ خطرناک وسوسہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"شیطان کے وساوس بہت ہیں اور سب سے زیادہ خطرناک وسوسہ اور شبہ جو انسانی دل میں پیدا ہو کر اسے خسر الدنیا والآخرۃ کر دیتا ہے آخرت کے متعلق ہے کیونکہ تمام نیکیوں اور راستبازیوں کا بڑا بھاری ذریعہ منجملہ دیگر اسباب اور وسائل کے آخرت پر ایمان بھی ہے اور جب انسان آخرت اور اس کی باتوں کو قصہ اور داستان سمجھے تو سمجھ لو کہ وہ رد ہو گیا اور دونوں جہانوں سے گیا گزرا ہوا۔ اس لئے کہ آخرت کا ڈر بھی تو انسان کو خائف اور ترساں بنا کر معرفت کے سچے چشمہ کی طرف کشاں کشاں لے آتا ہے اور سچی معرفت بغیر حقیقی خشیت اور خداترسی کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس یاد رکھو کہ آخرت کے متعلق وساوس کا پیدا ہونا ایمان کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے اور خاتمہ بالخیر میں فتور پڑ جاتا ہے۔"

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

ہمارے مرکزی اجتماعات

(مکرم عطاء الکریم صاحب شاہد مربی سلسلہ مقیم کیمبل پور)

سیدنا و مولانا حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عظیم روحانی فرزند یعنی حضرت مہدی معہود و مسیح موعود کے عظیم فرائض اور کارناموں کے بارہ میں پیشگوئی ان الفاظ میں دی یُحْیِ الدِّیْنَ وَیُقِیْمُ الشَّرِیْعَۃَ یعنی وہ اپنی سرفروشانہ جدوجہد سے دینِ اسلام کو نئے سرے سے زندگی عطا کریں گے اور شریعتِ اسلامیہ کو صحیح معنوں میں قائم فرمائیں گے۔ ہر دو فرائض کے بیان کے لئے اگرچہ بظاہر بڑے مختصر الفاظ استعمال ہوئے ہیں لیکن یہ اپنے اندر حقائق و معانی کا بیکراں سمندر لئے ہوئے ہیں۔ ان فرائض کی ادائیگی کے لئے ایک ایسی جماعت کا قیام لازمی تھا جو قول اور فعل کے لحاظ سے قابلِ تقلید ہوتی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر ممکن طریق سے اپنی جماعت کی نیک تربیت کے لئے بھرپور سعی فرمائی۔ زبانی پند و نصائح بصورت خطبات تقاریر و گفتگو، تصنیف کتب، خطوط، مسلسل ذاتی رابطہ و تعلق اور شبانہ دعاؤں کے ذریعہ اپنی پیاری جماعت کے ایمان کی آبیاری فرمائی۔ اس کے علاوہ جو طریق بھی دین کے احیاء اور شریعت کے قیام کے لئے ضروری اور وقت کے تقاضوں کے عین مطابق تھا اسے بلا توقف اغراضِ دینیہ کیلئے اختیار فرمایا

قرآن کریم نے اصلاحِ نفس کے لئے ایک سنہری اصل بیان فرمایا ہے۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ یعنی اگر تم خدا کی رضا چاہتے ہو تو اس کے راستباز بندوں کی صحبت اختیار کرو۔ کیونکہ نیک نمونہ سعید فطرتوں کو طبعی طور پر اصلاح کی طرف مائل کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام احبابِ جماعت کو بار بار ملاقات کے لئے قادیان آنے اور پھر زیادہ سے زیادہ عرصہ وہاں قیام کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے جس سے مومنین کے قلوب جذب و عرفان سے لبریز ہو جاتے اور وہ ایک نئی روحانی زندگی لے کر واپس جاتے۔ اس مبارک سلسلہ کو وسیع تر بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے آپ نے اذنِ الٰہی کے ماتحت جلسہ سالانہ کا اعلان فرمایا اور اس میں محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے شرکت کی غرض سے متعدد بار اور مختلف پیرایوں میں جماعت کو تلقین فرمائی۔ چنانچہ پہلے جلسہ سالانہ سے لے کر آج تک بے شمار فدائیان دور دراز کے سفر کی مشقتیں برداشت کرتے ہوئے اور اپنے دنیوی کاروبار کو پس پشت ڈالتے ہوئے نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر سے موجودہ مرکزِ سلسلہ ربوہ میں ہر سال جوق در جوق حاضر ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہامِ الٰہی پر مہرِ تصدیق ثبت کرتے ہیں کہ

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

اِس الٰہی جلسہ سالانہ کی افادیت کا ہر احمدی شاہد ہے اور اپنی استعداد کے مطابق روحانی مائدہ سے فیضیاب ہوتا ہے۔ علمی ترقی، عملی اصلاح، مجاہدۂ نفس، اخوت اور ایمان و عرفان کی اعلیٰ منازل کا حصول اس بابرکت اجتماع کے گراں قدر فوائد کے محض چند پہلو ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے ایک اولوالعزم بیٹے کی خبر دی تھی اور اس کے بارہ میں فرمایا تھا کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ چنانچہ اسی پیشگوئی کے مصداق حضرت مصلح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعتی اصلاح و ترقی کی رفتار کو تیز تر کرنے کے لئے جماعت میں مختلف ذیلی تنظیمیں قائم فرمائیں۔ مجالس انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ آپ ہی کی عہدِ سعادت کی یادگار ہیں۔ ان ذیلی تنظیموں کو فعال بنانے اور ان کی کارکردگی کا سالانہ جائزہ لینے اور آئندہ کے لئے خدمتِ دین کے نئے جوش اور نئے عزم سے ہمکنار کرنے کی غرض سے آپ نے ان تنظیموں کے سالانہ اجتماعات کا بے حد مؤثر و باعثِ خیر و برکت طریق جاری فرمایا۔ جس کے نتیجہ میں ان مجالس نے اپنے بانی حضرت مصلح موعودؓ کے جلد جلد بڑھنے کے الہامی امتیاز سے اس حد تک حصہ پایا کہ چشم بینا کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔ اب خدام، اطفال، لجنہ اور ناصرات کے سالانہ اجتماعات مرکز سلسلہ ربوہ میں ۲-۳-۴ نبوت/اکتوبر اور پھر ۹-۱۰-۱۱ نبوت/نومبر کو مجلس انصار اللہ کا اجتماع منعقد ہو رہا ہے جن کے تفصیلی پروگرام سے ان تنظیموں کی مرکزی انتظامیہ نے جماعتوں کو بذریعہ خطوط و سرکلر نیز مرکزی رسائل و جرائد بالخصوص روزنامہ الفضل نے تفصیلاً اور تاکیداً مطلع کر دیا ہے۔ ہر مجلس کے ارکان بڑے ذوق و شوق سے ان بابرکت تقاریب میں شرکت کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں اور اس ضمن میں فعال جماعتیں تو مسابقت فی الخیرات کا بڑا ہی ایمان افروز نظارہ پیش کر رہی ہیں۔ مثلاً کراچی کے جیالے اور باہمت خدام کا ایک حزب تو سائیکلوں پر ربوہ تک سینکڑوں میل کا سفر طے کر کے اپنے اجتماع میں شریک ہو رہا ہے۔ اپنے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہر ارشاد پر شرح صدر اور بشاشتِ قلبی سے لبیک کہنے کی بڑی ہی پیاری مثال ہے۔ اللّٰھم زد فزد

امسال ہمارے مرکزی اجتماعات رمضان المبارک کی روحانی تربیت کے معاً بعد منعقد ہو رہے ہیں۔ یہ امر دین کے کاموں کے لئے جوش اور ہمت کو بڑھانے کا موجب ہونا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نوجوانانِ احمدیت کو خصوصیت سے اس طرف متوجہ کرتے ہوئے اپنے ایک حالیہ خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ:-

"نیکی مزید نیکیوں کی توفیق عطا کرتی ہے۔ ماہ رمضان کی عبادتیں اگر خلوصِ نیت سے کی جائیں تو بشاشت پیدا کرنے والی ہوں گی۔ انسان جب فرائض سے سبکدوش ہوتا ہے تو وہ نوافل کے لئے پہلے سے زیادہ بشاشت اپنے اندر پاتا ہے۔ اور یہ ہر احمدی کو معلوم ہے یا کم از کم معلوم

ہونا چاہیئے۔ اگر بھول گئی ہے تو ڈکٹیٹر کے حکم کے ماتحت اسے یاددہانی کرانی چاہیئے۔ پس مجلس اور خدام کی تعداد کے لحاظ سے پچھلے سال سے کہیں زیادہ نمائندگی اس اجتماع پر ہونی چاہیئے کیونکہ ہر سال ہمارا قدم گزشتہ برس کی نسبت آگے ہی بڑھتا ہے۔" (الفضل ۷ راکتوبر ۱۹۷۳ء)

اس پُر اثر ارشاد کے ساتھ ساتھ یہ امر خاص طور پر ہمارے پیشِ نظر رہنا چاہیئے کہ یہ اجتماعات حضور انور ایدہ اللہ تعالےٰ کے تاریخ ساز تبلیغی دورۂ یورپ کے بعد منعقد ہونے والی اوّلین مرکزی تقریبات ہیں جن میں شرکت کا شرف حاصل کرنے والے خوش نصیب مخلصین دوسرے احباب سے پہلے اپنے پیارے آقا ایدہ اللہ تعالےٰ کے رُوح پرور کلمات اور احمدیت کے ذریعہ بلادِ یورپ میں اسلام کی روحانی فتوحات کی تفصیلات سننے کی سعادت حاصل کریں گے جو ایک دردمند اور فدائی احمدی کے لئے کوئی معمولی اعزاز نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو توفیق دے کہ پہلے سے بڑھ کر خدام کے سالانہ اجتماع اور دوسرے اجتماعات کو بھی کامیاب بنائیں کہ کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے یہ اپنی مثال آپ ہوں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین

(خدام اطفال نیز لجنہ اماء اللہ اور ناصرات کے اجتماعات کا انعقاد تو اپنی مقررہ تاریخوں پر بحمد اللہ تعالیٰ کامیابی سے عمل میں آچکا ہے اور انصار اللہ کا اجتماع منعقد ہوا چاہتا ہے۔ اجتماع میں شرکت کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ حرف بحرف انصار پر بھی صادق آتا ہے۔ ہمیں توقع ہے بلکہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے یقین ہے کہ انصار بھائی بھی دینی سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے پہلے سے بڑھ کر تعداد میں شریک ہوں گے اور اس طرح ایک دفعہ پھر اپنے سابق بالخیرات ہونے کا درخشندہ ثبوت مہیا کر دکھائیں گے۔

اللہ تعالےٰ کی کامل فرمانبرداری

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"تم اپنے سارے ہی قویٰ کو پورے طور سے اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری میں لگا دو۔ جو جو کمی کسی قوت میں ہو اسے اُس پانی والے کی طرح جو گند سے پانی تلاش کر کے پھینک دیتا ہے اپنی گندی عادات کو نکال پھینکو اور سارے اعضاء کی اصلاح کر لو۔ یہ نہ ہو کہ نیکی کرو اور نیکی میں بدی ملا دو۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۲۶)

اَنْصَارُ اللّٰہ ۔۔۔ اور ۔۔۔ تحریکِ جدید

تحریکِ جدید کے آغاز میں ہی سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جماعت کی ذیلی تنظیموں کو تحریک جدید سے بھرپور تعاون کرنے کی تلقین فرمائی تھی مگر انصار اللہ کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے حسب ذیل الفاظ میں خصوصی طور پر مکلّف فرمایا ہے جو انصار اللہ کی خصوصی توجہ کے مستحق ہیں فرمایا:۔

۱۔ " دفتر دوم کی ذمہ واری آج میں انصار اللہ پر ڈالتا ہوں"

۲۔ "حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تحریک جدید کے ذمہ اللہ تعالےٰ کی منشاء کے مطابق جو کام لگایا ہے وہ بڑا ہی اہم اور بڑا ہی مشکل ہے ..... آج اللہ تعالےٰ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ پھر سے ساری دنیا میں اسلام کو غالب کردے گا۔ یہ مجلس (مجلس انصار اللہ) اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے جدوجہد کرے"

تحریکِ جدید کا مالی سال ختم ہو رہا ہے اور نئے سال کا آغاز ہونے والا ہے۔ لہذا ہمارے انصار اللہ بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی ذمہ داری کا پورا پورا احساس رکھتے ہوئے تحریکِ جدید سے بھرپور تعاون کریں اور اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کے لئے اپنی تمام تر استعدادیں استعمال میں لائیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کے ساتھ ہو۔

(قائد تحریکِ جدید مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

اے لوگو! اپنے نفسوں کو صاف کرو اور اپنے سینوں کو پاک بناؤ

تمہیں دنیا کا مردار اور اسکی چربی بیہودہ خوش نہ کرے اور اپنی طرف نہ کھینچے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں :—

"اے مسلمانو! خدا کی طرف بھاگو اور ان فتنوں سے بچو جو تمہارے آگے پیچھے اور تم میں موجیں مار رہے ہیں اور اٹھ رہے ہیں اور وہ عمل کرو جس سے خدا راضی ہو جائے تا تمہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک درجہ ملے اور چاہیئے کہ تمہیں اپنے دین پر کچھ شفقت پیدا ہو کیونکہ وہ ضعیف ہوگیا اور اس کی کنپٹیوں پر بڑھاپے کے آثار پیدا ہوگئے ہیں اور یہ بڑھاپا غیر طبعی ہے جو حوادث نزلہ کے سبب سے اور تکالیف متواترہ کے باعث سے ظاہر ہوگیا ہے۔ اور چاہیئے کہ ہر ایک شخص اپنے عملوں کو دیکھے اور اپنے دل کے خیالات کو ٹٹولے اور اپنی اس بضاعت کو تولے جو آخرت کے لئے تیار کی ہے اور اپنے اس روپیہ کو کھرا کرے جو اس سفر کے لئے تیار کیا ہے، کیا وہ پورے وزن کا اور کھرا ہے یا کھوٹا اور کم وزن کا ہے اور چاہیئے کہ اپنے نفس کو دھوکہ نہ دیوے اور اس کو خطرہ میں نہ ڈالے اور چاہیئے کہ وقت سے پہلے تدارک کرے اور غافلوں کی طرح مت بیٹھا رہے۔

اے لوگو! اپنے نفسوں کو صاف کرو اور اپنے سینوں کو پاک بناؤ اور تمہیں دنیا کا مردار اور اس کی چربی بیہودہ خوش نہ کرے اور اس کے کتے تمہیں اس گوشت کی طرف نہ کھینچیں اور بجز پاک مسلمان ہونے کی حالت کے مت مرو اور خلقت کی لعنت سے مت ڈرو کیونکہ وہ سہل اور آسان ہے اور اس خدا کی لعنت سے ڈرو جس کی لعنت مونہوں کو کالا کردیتی ہے اور نیچے گرنے والوں کے گڑھوں میں ڈالتی ہے۔ ہماری یہ نصیحت ہے سو اس نصیحت کو یاد رکھو اور گواہ رہو کہ ہم نے نصیحت کو پہنچا دیا اور خدا سب گواہوں سے بہتر ہے۔"

(نورالحق حصہ اول صفحہ ۲۲)